رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ — عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۵۸۵

قادیان

روزنامہ

الفضل

ایڈیٹر — غلام نبی

The DAILY ALFAZL QADIAN.

قیمت ششماہی اندرون ہند … قیمت ششماہی بیرون ہند …

نمبر ۱۵۸	مطابق ۷ مئی سنہ ۱۹۳۵ء	یوم سہ شنبہ	مؤرخہ ۳ صفر سنہ ۱۳۵۴ھ	جلد ۲۲

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۷ مئی سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالٰے کی صحت خدا تعالٰے کے فضل سے اچھی ہے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں خیر وعافیت ہے:۔

۴ مئی کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالٰے نے چند اصحاب کو جو بیرونی ممالک کے سفر پر جا رہے ہیں دعوت طعام دی اور دعا فرمائی۔

۴ مئی۔ چھ بجے شام کے قریب سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور اور ڈپٹی کمشنر صاحب قادیان آئے۔ رجادہ والی سڑک پر موٹریں کھڑی کر کے پیدل آئے۔ اور ریتی چھلہ میں جو نئی چار دیواری بنی ہے۔ اس کو دیکھ کر واپس چلے گئے:۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ پولیس کی ایک گارد قادیان میں پھر مقرر کر دی گئی ہے

مدرسہ احمدیہ کی آخری جماعت کا سالانہ امتحان زیر نگرانی نظارت تعلیم و تربیت شروع ہے۔ چودہ امیدوار شامل ہیں:۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ سے پہلا مطالبہ

روٹی کے ساتھ صرف ایک سالن استعمال کیا جائے

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کے ماتحت جماعت احمدیہ کی مذہبی۔ تمدنی۔ معاشرتی اور اقتصادی زندگی کی بہبود کے لئے جو اہم تجاویز بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے پہلا مطالبہ یہ ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد یہ اقرار کرے کہ وہ ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء سے تین سال تک روٹی کے ساتھ صرف ایک سالن استعمال کیا کرے گا۔ جماعت احمدیہ کے ہزاروں افراد اس پر عمل کر رہے ہیں مگر یاددہانی کے طور پر احباب کی خدمت میں پھر گزارش کی جاتی ہے کہ وہ اس عہد کو یاد رکھیں۔ کہ روٹی کے ساتھ صرف ایک سالن استعمال کرنا ہے۔ صرف چند مستثنیات درج ذیل ہیں:۔

(۱) روٹی اور سالن یا چاول اور سالن دونوں مل کر ایک ہو جائیں گے (۲) روٹی کے ساتھ دو سالنوں یا چاولوں کے ساتھ دو سالنوں کی اجازت نہیں (۳) کسی کی دعوت کے موقعہ پر یا مہمان نوازی کے لئے اگر ایک سے زائد کھانے تیار کئے جائیں۔ تو جائز ہوگا۔ مگر اس میں بھی اپنے گزشتہ معمول سے کمی کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ (۴) اگر مہمان کا قیام لمبا ہو تو اہل خانہ خود ایک ہی کھانے پر اکتفا کریں۔ (۵) اگر گھر میں کوئی چیز بطور تحفہ آ جائے۔ تو وہ استعمال کی جا سکتی ہے (۶) ایک وقت کا کھانا بچنے پر دوسرے وقت کے کھانے کے ساتھ استعمال کرنے میں حرج نہیں:۔ (۷) جو لوگ کھانے کے بعد میٹھا کھانے کے عادی ہوں انہیں اجازت ہے کہ ایک سالن کے ساتھ ایک میٹھا بھی تیار کر لیں مگر میٹھی شے بھی صرف ایک ہی ہونی چاہیئے۔ (۸) چائے یا دودھ کھانے میں شمار نہیں۔ ہاں اس کے ساتھ جو چیز کھائی جائے۔ وہ صرف ایک ہونی چاہیئے (۹) صحت کے لئے اگر ڈاکٹر زیادہ کھانے بتائے۔ تو ان کے استعمال کرنے کی اجازت ہے (۱۰) بعض لوگ قبض دور کرنے کے لئے علاوہ سالن کے دہی استعمال کرتے ہیں اس کی اجازت ہے۔ مگر اچھا یہ ہے کہ بجائے دہی کھانے کے اسے بطور لسّی بنا لی جائے (۱۱) بہار و اڑیسہ اور حیدر آباد دکن والوں کو چاولوں کے ساتھ علاوہ ایک سالن کے پتلی دال کی اجازت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالٰے دے چکے ہیں۔

ان مندرجہ بالا مستثنیات کے ساتھ ہر احمدی کا فرض ہے۔ کہ وہ حضرت

قادیان میں ملکِ معظم کی سلور جوبلی کی تقریب کا تیسرا اور چوتھا دن

میجک لنٹرن کے ذریعہ لیکچر، ہاکی میچ اور ۲۸ مختلف زبانوں میں تقریریں

۳ مئی۔ بعد نماز مغرب بصدارت جناب میر محمد اسحاق صاحب مبلغین کلاس کا مہمانخانہ میں جلسہ ہوا۔ جس میں گیارہ لڑکوں نے بوجہ قلت وقت مختصر لیکچر دیئے۔ پھر بعد نماز عشاء مستری قادر بخش صاحب کے وسیع مکان واقع محلہ دارالفضل میں زیر انتظام لجنہ اماء اللہ قادیان بہ تقریب سلور جوبلی ایک جلسہ کیا گیا۔ جس میں الحاج مولانا عبدالرحیم صاحب نیر نے میجک لنٹرن کے ذریعہ ایک دلچسپ تقریر کی۔ بچوں کی تفریح طبع کے لئے چند رنگین سلائڈز جن میں کہانیاں اور سکوٹس کے کارنامے تھے۔ دکھانے کے بعد آپ نے موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی گری ہوئی حالت اور خدا اور قرآن اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علماء وعوام کی غیر وفادارانہ روش کا تذکرہ کرتے ہوئے مسیح موعودؑ کے منارہ پر سے نزول کی روائت کی تشریح کی۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم وفاشعاری اور تعاون کا ذکر کیا۔ اور لنڈن کے انگلین مناظر احمدیہ دارالتبلیغ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا لنڈن میں ورود۔ کانفرنس مذاہب میں حضور کی شمولیت۔ حضرت امیر المومنین کا ہائڈ پارک میں خطبہ پڑھنا۔ مسجد لنڈن کی بنیاد اور اس کے افتتاح کے دلچسپ مناظر دکھائے۔ بعد ازاں آپ نے انگریز قوم کے پیغام اسلام پہنچانے اور سلطنت برطانیہ کے فرمانروا کے زیر سایہ پر امن تبلیغ کرنے کے احسان کو یاد دلا کر سلور جوبلی کے جشن کی تشریح کی۔ اور دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ تعلیم یافتہ احمدی خواتین اس جلسہ میں بکثرت شامل ہوئیں۔

۴ مئی بعد نماز عصر احمدیہ سیکنڈ دو ٹیموں کے مابین جن کے کپتان صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ابن حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ اور جناب مرزا گل محمد صاحب رئیس اعظم قادیان تھے ہاکی میچ ہوا۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی ٹیم کامیاب رہی۔ میچ نہایت شاندار تھا۔

بعد نماز مغرب زیر صدارت الحاج مولانا عبدالرحیم صاحب نیر ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ۵۰ مختلف زبانوں میں لیکچر دینے کا پروگرام تھا مگر وقت کی قلت کی وجہ سے صرف ۲۸ زبانوں میں لیکچر ہوئے۔ جن میں گورنمنٹ برطانیہ کے فوائد اور ملک معظم کے احسانات بیان کئے گئے۔ ہر مذہب وملت کے آدمیوں نے شرکت کی۔ جلسہ رات کے گیارہ بجے ختم ہوا۔ حسب ذیل اصحاب نے تقریریں کیں۔

(۱) عربی۔ مولوی عبداللہ صاحب اعجاز
(۲) پشتو۔ مولوی محمد شہزادہ صاحب
(۳) انگریزی۔ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بی۔ اے
(۴) اردو۔ قیس صاحب مجیب آبادی
(۵) پنجابی۔ گیانی محمد الدین صاحب
(۶) کشمیری۔ محبوب علی صاحب
(۷) ملتانی۔ مولوی محمد بخش صاحب
(۸) سندھی۔ بابو عطاء اللہ صاحب کلرک
(۹) جانگلی۔ مولوی محمد بخش صاحب
(۱۰) پوربی۔ مولانا نیر صاحب
(۱۱) بنگالی۔ محمد ارشاد علی صاحب
(۱۲) مالاباری۔ عبدالقدوس صاحب
(۱۳) سنسکرت۔ مہاشہ محمد عمر صاحب
(۱۴) ساحلی (افریقی) عبدالواحد صاحب
(۱۵) پاچ۔ یحییٰ صاحب سماٹری
(۱۶) سماٹری۔ عبدالواحد صاحب سماٹری
(۱۷) فرنچ محمد عیسےٰ صاحب پسر حافظ جمال احمد صاحب
(۱۸) کنٹری۔ سید احمد شاہ صاحب بنگلوری
(۱۹) چینی۔ قاری غلام مجتبیٰ صاحب گورنمنٹ پنشنر
(۲۰) ٹامل۔ محمد بخاری صاحب سیلون
(۲۱) گجراتی۔ عبدالواحد صاحب
(۲۲) تلنگی۔ عبداللطیف صاحب جامعہ
(۲۳) ترکی۔ صوفی عبدالغفور صاحب بی۔ اے
(۲۴) لداخی۔ بشیر احمد صاحب
(۲۵) گلگتی۔ خان بہادر مولوی غلام محمد خان صاحب
(۲۶) چترالی۔ " " "
(۲۷) دیہاتی ملیام۔ محمود احمد صاحب مالاباری
(۲۸) سوئی سعدی۔ مرزا عطاء الرحمٰن صاحب

اسی دن شام کو لجنہ اماء اللہ قادیان کی طرف سے ایک سو ساٹھ غریب مستورات کو کھانا کھلایا گیا۔

۵ مئی احمدی مستورات نے سلور جوبلی کی خوشی میں شاندار جلسہ کیا۔ جس میں تقریریں کی گئیں۔ نوجوانوں نے فٹ بال کا میچ کھیلا اور رات کو شاندار مشاعرہ ہوا۔

نظارت امور عامہ کا اعلان

مقامی جماعت احمدیہ کے نام

قادیان ۳ مئی۔ آج حسب ذیل اعلان نظارت امور عامہ نے مقامی جماعت کی آگاہی کے لئے بورڈ پر چسپاں کیا۔ چونکہ مقامی احرار کی طرف سے قادیان میں فساد کرنے کی کھلی کھلی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہر موقعہ بے موقعہ وہ گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز یا خاندان نبوت کے دوسرے افراد کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ یا دشنام دہی سے کام لیتے ہیں۔ جس سے لازماً احمدی افراد کو اشتعال ہوتا ہے۔ اس لئے تمام احباب جماعت کو ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ ایسے موقعہ پر صبر اور خاموشی سے کام لیں۔ اور ایسی گالیوں سے گھبرائیں نہیں۔ بلکہ ایسی حالتوں میں گالیوں کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ یہ صورت حد درجہ کی صبر آزما ہے اور احمدی جماعت کے لئے ناقابل برداشت مگر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا یہی منشاء مبارک اور یہی ارشاد ہے۔ اس لئے میں امید رکھتا ہوں۔ کہ تمام افراد جماعت خوشی سے اس ہدایت کی تعمیل کریں گے۔ اور مخالفوں کو کوئی موقعہ فساد کھڑا کرنے کا نہ دیں گے۔

درخواست ہائے دعا

(دیدار ثنا)

سالن ۳ مئی۔ ہمشیرہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر گوہر الدین صاحب سخت بیمار ہیں۔ احباب سے ان کی کامل صحت کے لئے درخواست ہے۔ فضل کریم

حیدر آباد دکن ۴ مئی مولانا عبدالحمید صاحب امیر جماعت احمدیہ سخت علیل ہیں۔ درخواست ہے کہ احباب ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔ بشارت احمد

خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی

۳،۴ مئی ۱۹۳۵ء کو بیعت کرنیوالوں کے نام

ذیل کے احباب بذریعہ خطوط و دستی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے داخل احمدیت ہوئے:

بذریعہ خطوط

نمبر	نام	مقام
۱	محمد دراز خان صاحب	بنوں
۲	توتا میاں صاحب	بنگال
۳	عبدالصمد صاحب	میسور
۴	پیر ولی محمد صاحب	ضلع گجرات
۵	ملک رحمت خان صاحب	ضلع سرگودھا
۶	محمد یعقوب صاحب	حیدر آباد دکن
۷	محمد نواز خان صاحب	ڈیرہ غازیخاں
۸	مرزا صاحب یحیٰی خان صاحب	لاہور

دستی

نمبر	نام	مقام
۹	غلام فاطمہ صاحبہ	ضلع گجرات
۱۰	زینب بی بی صاحبہ	ضلع گوجرانوالہ
۱۱	بھاگ بھری صاحبہ	ضلع سرگودھا
۱۲	برکت بی بی صاحبہ	قادیان
۱۳	غلام زہرا صاحبہ	امین آباد
۱۴	عزیز بیگم صاحبہ	جہلم
۱۵	صفیہ بیگم صاحبہ	سندھ حیدر آباد
۱۶	امۃ الرشید صاحبہ	بیگووال
۱۷	آمنہ بیگم صاحبہ	قادیان
۱۸	عصمت بی بی صاحبہ	اور حمہ
۱۹	حفیظہ بیگم صاحبہ	امرت سر
۲۰	خورشید بیگم صاحبہ	گوجرانوالہ

الفضل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قادیان دارالامان مورخہ ۳ صفر ۱۳۵۴ھ

ہز ایکسیلینسی گورنر پنجاب کی توہین اخبار "احسان" میں

گورنمنٹ اور گورنر پنجاب پر سراسر جھوٹا اور اشتعال انگیز الزام

اخبار "احسان" نے ایک بار پھر ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب کی اس نصیحت پر تبصرہ کیا ہے۔ جو آپ نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ پر مسلمانان پنجاب کو نہایت دردمندانہ رنگ میں کی تھی اور جس کے الفاظ یہ ہیں:-

"اگر مسلمانان پنجاب آپس میں اتفاق کرنے کے قابل نہ ہوئے۔ اور جماعتی۔ یا ذاتی رقابتوں سے متاثر ہوتے رہے۔ تو صوبہ کی حکومت کے نظم و نسق میں اہم اور موزوں حصۂ عمل کے زبردست مواقع سے محروم ہو جائیں گے"

الفاظ بالکل واضح اور مطلب پوری طرح عیاں ہے۔ کہ مسلمانان پنجاب کو ہر قسم کے اندرونی جھگڑوں اور باہمی لڑائیوں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ لیکن "احسان" نے اپنی کوڑ مغزی اور کوتہ بینی کے باعث اسے صرف "پنجاب کی وزارت عظمےٰ کے منصب پر قبضہ جمانے یا وزارتیں حاصل کرنے کے لئے مختلف افراد و جماعات کے مابین پیدا ہونے والے اختلافات" تک محدود سمجھتے ہوئے مہاجنی انداز میں لکھا کہ "ہز ایکسیلنسی کی یہ بات سولہ آنے صحیح ہے" لیکن جب سر مرزا ظفر علی کی دوربین نگاہ کو بالفاظ "احسان" گورنر کے ان الفاظ میں اس جھگڑے کو بند کرنے کی طرف اشارہ نظر آیا۔ جو مسلمانوں اور مرزائیوں کے مابین پوری شدت کے ساتھ ظہور پذیر ہو چکا ہے" تو "احسان" کے نزدیک ہز ایکسیلنسی کی بات سولہ آنہ چھوڑ ایک پائی بھی صحیح نہ رہی اور وہ نہایت خیرہ چشمی۔ اور بدتہذیبی سے کام لیتا ہوا حکومت کے علاوہ خود ہز ایکسیلنسی کی ذات پر بیہودہ الزام لگانے اور ان کی ہتک کرنے پر اتر آیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:-

"اس فرقہ ضالہ کو مسلمانوں میں شامل رکھنے۔ اور اس کے افراد کو مسلمان قرار دینے کے جرم کی مرتکب انگریزی حکومت ہے جسے مسلمانوں کے اندر یہ فتنہ کھڑا کرنے کی بانی محرک اور ذمہ وار سمجھنا چاہیئے۔ اگر انگریزی حکومت اپنے اس خود کاشتہ پودے کی سرپرست نہ ہوتی۔ تو ہم دیکھتے۔ کہ مرزا غلام احمد کو کس طرح اس دینی فتنہ آرائی کی جرأت ہو سکتی۔ اور پھر پنجاب کے گورنر سر ہربرٹ ایمرسن کو بھی یہ ضرورت پیش نہ آتی۔ کہ مسلمانو! تم مرزائیوں کو بھی مسلمان سمجھکر سینے سے لگالو"

ان الفاظ میں اول تو حکومت پر یہ حملہ کیا گیا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کی شکل میں اس نے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے فتنہ کھڑا کر رکھا ہے۔ اور پھر ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب کی اس تلقین کا کہ مسلمانان پنجاب کو باہمی لڑائیوں اور جھگڑوں سے باز رہ کر اپنے حقوق کی حفاظت کرنی چاہیئے یہ مطلب بیان کرتے ہوئے۔ کہ "مسلمانو! تم مرزائیوں کو بھی مسلمان سمجھ کر سینے سے لگالو" ہز ایکسیلنسی پر یہ الزام لگایا ہے۔ کہ آپ مسلمانوں میں فتنہ قائم رکھنے کے محرک اور ذمہ وار ہیں:-

پھر اسی الزام کو زیادہ واضح۔ زیادہ سنگین اور زیادہ اشتعال انگیز بناتے ہوئے لکھا ہے:-

"حکومت نے اپنے اس خود کاشتہ پودے کے ہاتھوں اسلام کو برباد کرانے کی جو سکیم شروع کی تھی۔ وہ برہنہ ہو کر سامنے آگئی ہے مسلمان سمجھنے لگے ہیں۔ کہ مرزائیوں کی شکل میں حکومت نے اسلام کے دینی اور دنیوی مذہبی اور سیاسی دشمنوں کا ایک گروہ پیدا کر کے مسلمانوں میں ملا رکھا ہے"

ان الفاظ کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ حکومت انگریزی نے اسلام کو برباد کرانے کی ایک سکیم بنا رکھی ہے۔ اور وہ اب پنجاب میں ہز ایکسیلنسی سر ہربرٹ ایمرسن گورنر کے ذریعہ برہنہ ہو کر سامنے آگئی ہے اور مسلمان سمجھنے لگ گئے ہیں۔ کہ مرزائیوں کی شکل میں حکومت نے اسلام کے دینی اور دنیوی۔ مذہبی اور سیاسی دشمنوں کا ایک گروہ پیدا کر کے مسلمانوں میں ملا رکھا ہے۔ گویا گورنر پنجاب نے مسلمانوں کو جماعتی۔ یا ذاتی رقابتوں اور عداوتوں سے باز رہنے کی جو نصیحت کی ہے۔ اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ اسلام کے دینی اور دنیوی۔ مذہبی اور سیاسی دشمنوں کے گروہ کو مسلمانوں میں ملائے رکھیں۔

اسی پر بس نہیں کی گئی۔ بلکہ یہاں تک لکھ دیا گیا ہے۔ کہ

"مسلمانوں کے بروقت یا قبل از وقت آگاہ ہو جانے کے باعث اب کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ وہ مرزائیوں کو الگ نہ کریں۔ بلکہ انہیں مسلمان سمجھتے ہوئے ان سے دھوکہ کھاتے چلے جائیں"

غرض یہ سب کچھ ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب کے متعلق کہا گیا ہے۔ اور صرف اس لئے کہا گیا۔ کہ آپ نے نہایت دردمندانہ طور پر مسلمانوں کو باہمی لڑائی جھگڑوں میں مبتلا رہ کر تباہ ہونے اور حکومت کے نظم و نسق میں اہم حصۂ عمل کے زبردست مواقع سے محروم ہو جانے کی طرف کیوں توجہ دلائی۔

دنیا میں محسن کشی کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں اپنے خیر خواہ کو بد خواہ۔ اور اپنے ہمدرد کو دشمن سمجھنے والے نادان بھی اکثر پائے جاتے ہیں لیکن اخبار میں جو ناشائستہ عقل و انسانیت "احسان" نے پیش کی ہے۔ وہ نہایت ہی شرمناک ہے۔ حکومت پنجاب کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ ذمہ وار ہستی مسلمانوں کی خانہ جنگی اور ان کے لڑائی جھگڑوں کو ان کے لئے تباہ کن صورت اختیار کرتی ہوئی دیکھکر از راہِ ہمدردی و خیر خواہی نصیحت کرتی ہے کہ اپنی بربادی کا اپنے ہاتھوں گڑھا کھودنے سے باز آجاؤ۔ تاکہ صوبہ کی حکومت کے نظم و نسق میں اہم اور موزوں حصۂ عمل کے زبردست مواقع سے محروم نہ رہ جاؤ۔ لیکن "احسان" کی طرف سے اس کا صلہ یہ دیا جاتا ہے۔ کہ نہ صرف حکومت پر بلکہ براہ راست ہز ایکسیلنسی کی ذات پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ حکومت نے اسلام کو برباد کرانے کی جو سکیم شروع کی تھی۔ وہ موجودہ گورنر کے ذریعہ برہنہ ہو کر سامنے آگئی ہے۔ گویا انہوں نے مسلمانوں کو ان کی خیر خواہی کے طور پر نصیحت نہیں۔ بلکہ اسلام کو برباد کر دینے والا مشورہ دیا ہے اس سے بڑھکر شرمناک اور بیہودہ طرز عمل پنجاب کی سیاسی تاریخ میں اپنے کسی خیر خواہ کے متعلق ممکن نہیں کسی اور نے اختیار کیا ہو۔

احراریوں کو یہ تو حق حاصل تھا۔ کہ ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب کی نصیحت سے انکار کر دیتے۔ اور یہ بھی ان کے اختیار میں تھا۔ کہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں پہلے سے زیادہ زور شور سے منہمک ہو جاتے لیکن شرافت اور انسانیت "احسان" کو اس بات کی قطعًا اجازت نہیں دے سکتی۔ کہ وہ ہز ایکسیلنسی کی طرف ایک خود ساختہ مفہوم منسوب کرے۔ اور پھر اس کی بنا پر ان کی توہین و تضحیک روا رکھے۔ اور ان پر یہ جھوٹا الزام لگائے۔ کہ مسلمانوں کو نقصان پہونچانے اور اسلام کو تباہ کرنے کے لئے حکومت نے جو سکیم بنا رکھی ہے وہ سر ہربرٹ ایمرسن کے ذریعہ برہنہ ہو کر سامنے آگئی ہے۔ اس طرح نہ صرف حکومت کے خلاف مسلمانوں میں نفرت و حقارت پیدا کرنے اور ان کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بلکہ ہز ایکسیلنسی کی ذات سے بھی مسلمانوں کو متنفر کرنے اور ان کے متعلق جذبۂ حقارت پیدا کرنے کی معیوب حرکت کی گئی ہے۔

یہ نتیجہ ہے اس رویہ کا جو بعض حکام نے احراریوں کی فتنہ انگیزیوں کے متعلق اختیار کر رکھا ہے۔ کہ وہ نہ صرف احراریوں کی خلاف امن اور خلاف قانون سرگرمیوں کا انسداد نہیں کرتے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو۔ ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں اور حکام بالا تک صحیح حالات نہیں پہنچنے دیتے۔ احراری اگر حکومت کے خلاف عوام میں اسی طرح غلط

قادیان میں زائد پولیس کا تقرر اور احراری

احرار کانفرنس کے موقعہ پر جب پولیس کے دستے قادیان میں متعین کئے گئے۔ تو عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے اپنی تقریر میں کہا۔ اور پھر احراری اخباروں میں لکھا گیا کہ حکومت نے جماعت احمدیہ کے کہنے سے اور اس کی خاطر پولیس جمع کی۔ ورنہ احراریوں کو نہ اس کی ضرورت ہے۔ نہ انہوں نے اس کے لئے خواہش کی۔ اور نہ وُہ چاہتے ہیں کہ قادیان میں پولیس رکھی جائے۔ اس کے بعد بھی کئی مواقع پر یہی کہا گیا۔ بلکہ سکھوں اور احراریوں کے ایک مشترکہ جلسہ میں جو ۲۶ جنوری کو منعقد ہوا۔ کہا گیا۔ کہ حکومت خواہ مخواہ پریشان نہ ہو۔ وہ پولیس واپس لے جائے۔ اس کی ضرورت نہیں۔ لیکن حال میں جب پولیس واپس چلی گئی ہے تو احراریوں نے بعض ہندوؤں اور سکھوں کو ساتھ ملا کر چیخنا چلانا شروع کر دیا ہے کہ ہماری جانیں سخت خطرہ میں ہیں۔ حکومت کو چاہئے۔ کہ فوراً زائد پولیس پھر بھیجدے چنانچہ "احسان" اور "زمیندار" میں لکھا گیا ہے کہ "قادیان سے زائد پولیس نامعلوم کس مصلحت کی بناء پر گورنمنٹ نے واپس بلالی ہے۔ قادیان کی غریب آبادی کی طرف سے ان تازہ مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی ہے۔ امید ہے کہ گورنمنٹ اس پر توجہ فرما کر اپنی رعایا پروری کا ثبوت دیگی۔ قادیان کے غیر احمدیوں کا مطالبہ ہے۔ کہ ہماری جانیں سخت خطرہ میں ہیں۔ گورنمنٹ کو زائد پولیس کا تقرر دوبارہ کرنا چاہئے۔ ورنہ آئندہ ناخوشگوار حالات جو قادیانیوں کی طرف سے پیش آئیں گے۔ اس کی ذمہ وار گورنمنٹ ہوگی۔" (احسان ۴ مئی)

اگر پہلے احرار کی کوششوں کے نتیجہ میں پولیس قادیان میں نہ آئی تھی۔ تو پھر اس کے چلے جانے پر چیخنے چلانے کے کیا معنی حقیقت یہ ہے۔ کہ قادیان میں پولیس احراریوں کی پشت پناہ بنی رہی۔ اور اس طرح ان کو ہر قسم کی شرارتوں کا موقعہ ملتا رہا۔ اسی وجہ سے اب پولیس کے چلے جانے پر انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ ورنہ اگر پولیس جماعت احمدیہ کے کہنے پر بھیجی گئی تھی۔ اور اس کی موجودگی احمدیوں کے لئے مفید تھی۔ تو پھر اس کے چلے جانے پر احراریوں کو خوش ہونا چاہئے نہ کہ اس کے دوبارہ تقرر کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ معلوم ہوا ہے۔ ان کا شور بے اثر نہیں رہا۔ اور پولیس کی ایک گارد پھر آگئی ہے۔

مخالفین احمدیت کی قابل رحم حالت

"پیسہ اخبار" لاہور اپنی ۴ مئی کی اشاعت میں لکھتا ہے:-

"ہم مرزائیوں سے پرزور درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ قرآن مجید اور احادیث نبوی کا مطالعہ کریں۔ اور غور کریں۔ کہ آیا مرزا جی نے بھی کوئی نیا قرآن یا نئی شریعت بنائی یا صرف اسلام میں فتنہ بپا کر کے ستر کروڑ مسلمانوں میں سے لڑائی دنگہ فساد اور شرانگیزی کے لئے پچاس پچپن ہزار غرض کے بندے اپنے ساتھ ملا لئے" گویا اگر حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی نیا قرآن یا نئی شریعت لاتے۔ تو مسلمان آپ کا انکار نہ کرتے۔ لیکن چونکہ آپ اجرائے شریعت محمدیہ اور اشاعت قرآن کے لئے مبعوث ہوئے۔ اس لئے نعوذ باللہ آپ نے فتنہ بپا کر دیا۔ جن لوگوں کی عقل و سمجھ کی یہ حالت ہو۔ اور جن کے اسلام کی یہ حقیقت ہو۔ ان کے متعلق سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

"پیسہ اخبار" کو معلوم ہونا چاہئے۔ حضرت مرزا صاحب پر فتنہ پیدا کرنیکا اعتراض کوئی نیا اعتراض نہیں ہر نبی کے وقت لوگ یہی کہتے آئے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی صداقت پر عظیم الشان یقین

اخبار "النجم" لکھنؤ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اپنی ۳ مئی کی اشاعت میں یہ عجیب امر بیان کیا ہے۔ کہ "ہم نے جہاں تک تحقیق و تدقیق کی ہے۔ اس نتیجہ پر پہونچے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کو خود اپنی نبوت و رسالت یا مجددیت کا یقین نہ تھا۔ اور کیونکر ہو سکتا ہے۔ کسی جھوٹی چیز کا یقین انسانی فطرت کے بالکل منافی ہے۔ اسی لئے تو مرزا صاحب اپنے دعوے میں کسی ایک بات پر نہ جمتے تھے۔ کبھی مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ ہے، اور کبھی نبی اور رسول ہونے کا ادعا"

"النجم" نے دعوےٰ تو یہ کیا۔ کہ "مرزا صاحب کو خود اپنی نبوت و رسالت یا مجددیت کا یقین نہ تھا" مگر اس کے متعلق اپنی تحقیق و تدقیق یہ پیش کی ہے۔ کہ "کبھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ہے اور کبھی نبی اور رسول ہونے کا ادعا" حالانکہ اسلامی تعلیم سے معمولی سی واقفیت رکھنے والا بھی کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ اور دعویٰ نبوت و رسالت متضاد امور ہیں کجا یہ کہ انہیں اس امر کا ثبوت گردانا جائے۔ کہ "مرزا صاحب کو خود اپنی نبوت و رسالت یا مجددیت کا یقین نہ تھا"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے دعوےٰ کی صداقت پر جسقدر یقین تھا۔ اس کا پتہ اس سے چل سکتا ہے۔ کہ آپ نے بارہا مخالفوں کو اپنی صداقت کے متعلق مباہلہ کے لئے چیلنج کیا۔ اللہ تعالےٰ کے حضور دعائیں کیں۔ کہ اگر میں کاذب ہوں۔ تو ہلاک کیا جاؤں۔ اس قسم کی باتیں قطعاً کوئی جھوٹا مدعی نہیں کر سکتا۔ اس بارے میں صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:-

"مجھے اس خدا کی قسم ہے۔ جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے۔ کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے۔ اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں۔ ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں۔ جو مجھے ہوئی۔ جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے کھل گئی ہے۔ اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں۔ کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ وہ اسی خدا کا کلام ہے۔ جس نے حضرت موسٰے اور حضرت عیسٰے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا"

اس عظیم الشان تحدی کے باوجود کیا کوئی عقل و سمجھ رکھنے والا انسان یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو اپنی صداقت پر یقین نہ تھا؟

کوئی احمدی رسول کریمؐ کی توہین کا مرتکب نہیں ہو سکتا

غیر مبایعین کی فتنہ انگیز غلط بیانی کی بناء پر ہمارے ایک معزز بھائی قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری کے خلاف احراری یہ الزام لگا رہے ہیں۔ کہ انہوں نے نعوذ باللہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے۔ اگرچہ قاضی صاحب موصوف نہایت زوردار الفاظ میں اس غلط بیانی کی تردید شائع کر چکے ہیں تاہم فتنہ انگیز اس الزام کو دہرائے چلے جا رہے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ انکی غرض حق پسندی نہیں بلکہ فتنہ پردازی ہے۔ ورنہ جو شخص بغض و کینہ سے علیحدہ ہو کر غور کرے۔ اس کے خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔ کہ کوئی شخص احمدی کہلا کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ اور یہ ایسی واضح بات ہے۔ کہ غیر متعصب غیر مسلموں کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ چنانچہ سکھ اخبار "شیر پنجاب" لکھتا ہے۔

"قاضی صاحب بہت دانا شخص ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت محمد صاحب کی شان میں اس قسم کے گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ہوں۔ حضرت محمد صاحب کو تو قادیانی بھی اتنا ہی محترم سمجھتے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

احراریوں کی ہر بات اُلٹی ہے

مُسلمانوں میں تفرقہ اندازی ہز ایکسی لنسی گورنر پنجاب کی نصیحت کا رَد اور سلور جوبلی کی تقریب کا بائیکاٹ

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(فرمودہ ۳ رمئی ۱۹۳۵ء)

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

سب سے پہلے میں اس امر پر

اظہار افسوس

کرنا چاہتا ہُوں۔ کہ ایک خطبہ میں مَیں نے ایسے زوردار الفاظ میں۔ اور ایسی سختی کے ساتھ جس سے زیادہ سختی شرافت کے ساتھ ممکن نہیں۔ صدر انجمن کے ممبروں پر اعتراض کیا تھا۔ کہ وُہ

مسجد کی دُرستی

کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ میں نے کہا تھا۔ کہ یہ برآمدہ بہت چھوٹا ہے۔ بارش ہو۔ تو یہ کافی نہیں۔ اور پھر شور بھی ہوتا ہے۔ اس لئے اسے وسیع کیا جائے۔ اور دیگر ایسے ذرائع بھی اختیار کئے جائیں جن سے لوگوں کو آرام ملے۔ اس خطبہ پر غالباً ۳۔ یا ۴ ماہ گزر چکے ہیں۔ اس دن یا شائد دوسرے دن تک انجمن کے ممبروں پر جب کے دل پہرے سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ اس کا اثر تھا۔ کیونکہ ایک ناظر نے ایک سکیم میرے پیش کی تھی۔ کہ یوں کرنا چاہیئے۔ اور میں نے اس سکیم میں بعض غلطیاں نکالی تھیں۔ اور کہا تھا کہ بے شک پہلوؤں میں بھی برآمدے ہوں۔ مگر اس برآمدہ کو بھی بڑا کرنا چاہیئے۔ اور یہ بات اس سکیم میں نہ تھی۔ لیکن جس طرح ایک افیونی آنکھ کھولتا اور پھر سو جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح وُہ سکیم ایک دفعہ پیش ہو کر یُوں گم ہُوئی۔ کہ گویا دفن کر دی گئی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ سلسلہ کے اہم کاموں پر متعین ہونے کے بعد

ایسی نامعقول سُستی

ناظر کس طرح کر سکتے ہیں۔ اگر میرے یہ الفاظ انہیں بُرے لگیں۔ تو ان کی ذمہ واری ان پر ہے۔ میں نے پُورے زوردار الفاظ میں انہیں جگانے کی کوشش کی۔ مگر وُہ شائد جاگنا چاہتے ہی نہیں آج میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ جب تک یہ کام نہیں شروع ہو جاتا۔ کسی ناظر کو میرے ساتھ ملاقات کا موقعہ نہ مل سکے گا۔ میں نہ ان سے ملوں گا۔ اور نہ بات چیت کروں گا۔ جب تک کام شروع نہ ہو جائے۔ اور جب تک وُہ اپنے اس طریق کو نہ بدلیں۔

اس کے بعد میں دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ میں نے متواتر دوستوں کو سمجھایا ہے کہ

مومن کے اخلاق

بہت زیادہ قیمتی اور اعلےٰ ہوتے ہیں۔ اسے دوسروں سے امتیاز اسی بات میں ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ سے اس کا جو تعلق ہوتا ہے۔ وُہ تو دشمن کو نظر ہی نہیں آسکتا۔ نظر آنے والی چیز اخلاق ہی ہوتے ہیں۔ اور اگر اخلاق کے لحاظ سے کوئی کمزوری سرزد ہو۔ تو منافقوں کو الگ اور مخالفوں کو الگ اعتراض کا موقعہ ملتا ہے۔ منافق خود

بدترین اخلاق

کا ہوتا ہے۔ اسے ذرا چھیڑ کر دیکھو۔ گندی سے گندی گالیاں دینے لگ جائیگا لیکن دُوسروں پر اعتراض بھی وُہی سب سے زیادہ کرے گا۔ اس کے اپنے اخلاق اس قدر گندے ہونگے۔ کہ شرم آئے گی اسے اگر ذرا چھیڑو۔ تو فوراً اس کے مونہہ میں جھاگ آنے لگے گی۔ یا طنزیہ گفتگو کرنے لگیگا۔ یا بدظنی کرنے لگیگا۔ لیکن جب کسی مومن میں کوئی کمزوری دیکھیگا۔ تو فوراً ناصح بن جائے گا۔ کہ دیکھو ہماری جماعت کے اخلاق کیسے گندے ہو گئے ہیں۔ ہمیں بہت اعلیٰ اخلاق دکھانے چاہئیں وُہ الفاظ ایسے ہی استعمال کرے گا جو بہت خوشنما ہوں مثلاً کہیگا۔ خلیفۃ المسیح الثانی بار بار نصیحت کرتے رہتے ہیں۔ کہ اخلاق بلند ہونے چاہئیں۔ مگر اصل منشاء اس کا یہی ہوگا۔ کہ دیکھا میں نے بھی بدلہ لے لیا اور تم پر بھی اعتراض کر ہی دیا۔ پس

مومن کے اخلاق

میں کمزوری آنے کی صورت میں مخالف الگ اعتراض کرتے ہیں۔ اور منافق الگ۔ اور ان سب سے بالا اللہ تعالےٰ کا اعتراض بھی ہے۔ غیر تو جو کچھ کہے۔ انسان برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن اپنا اور پھر محبوب جو اعتراض کرے۔ وُہ ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ پس میں نے جماعت کے دوستوں کو متواتر توجہ دلائی ہے۔ کہ ان

ایام ابتلا میں

وُہ لوگوں کی گالیوں کی پروا نہ کریں۔ گالیاں انسان کے اپنے اخلاق کو ظاہر کرتی ہیں جیسے گالیاں دی جائیں۔ اس کا ان سے کچھ نہیں بگڑتا۔ جتنی کوئی شخص زیادہ گالیاں دے گا۔ اتنا ہی اس کا گند زیادہ ظاہر ہو گا۔ ہمیں صرف یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ وُہ جس بات پر اعتراض کرتا ہے اگر وُہ واقعی ہم میں ہے۔ تو اپنی اصلاح کریں۔ اور اگر نہیں۔ تو پھر غصہ کی کیا بات ہے۔ وُہ خود جھوٹ بولتا

اپنی عاقبت بگاڑتا

اور انجام خراب کرتا ہے۔ ہمارا اس میں کیا نقصان ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ یہ

بڑا نازک مرحلہ

ہے۔ یہ نہیں۔ کہ میں اس بات کو مخفی ظاہر کرنا چاہتا ہُوں۔ اور میرا مطلب یہ ہے۔ کہ غیرت نہیں ہونی چاہیئے۔ غیرت ہونی چاہیئے۔ اور ضرور ہونی چاہیئے۔ غیرت مومن سے وُہ کام کرا لیتی ہے جو دُوسرے نہیں کر سکتے۔ مگر

غیرت کے معنے

یہ نہیں ہوتے۔ کہ آدمی لڑے یا فساد کرے جس طرح بکھرا ہُوا پانی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ مگر نہر کا پانی اپنے اندر بہت طاقت رکھتا ہے۔ اسی طرح

غیرت کا صحیح استعمال

بھی بڑے فوائد اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور حقیقی غیرت وُہی ہوتی ہے۔ یہ کیا غیرت ہے۔ کہ گالی کے جواب میں گالی دیدی۔ یا تھپڑ مار دیا۔ غیرت یہ ہے۔ کہ کوئی سلسلہ پر اعتراض کرے۔ تو وہاں سے چلے جائیں۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے وقت میں

اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ

کرنی چاہیئے۔ اور دعا کرنی چاہیئے۔ پھر غیرت یہ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ زیادہ زور سے کریں۔ اور اس طرح دُشمن کی طاقت کو توڑنے کی کوشش کریں۔ گالی کے جواب میں گالی حقیقی غیرت نہیں۔ بلکہ کمزوری کہلائے گی۔ ایسا انسان جو گالی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اور لڑ پڑتا ہے۔ ہم اسے مجرم تو نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اس کا فعل جوابی ہے۔ مجرم وہی ہے جو ابتدا کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود جوابی طور پر سختی بھی جب تک کسی خاص غرض کے ماتحت نہ ہو جیسے انبیاء کرتے ہیں۔ ان کے پیش نظر اعلےٰ مقاصد ہوتے ہیں۔

اخلاق کا ادنیٰ درجہ

کہلائے گی۔ اول تو سوال یہ ہے۔ کہ جہاں گالیاں دی جاتی ہوں۔ وہاں انسان جائے ہی کیوں۔ یہاں مخالف لوگ تقریریں کرتے ہیں اور بعض احمدی سننے چلے جاتے ہیں۔ ان کا وہاں جانا ہی بتاتا ہے۔ کہ وُہ

حقیقی غیرت کے مقام پر نہیں

ہیں۔ کیا کبھی کسی شخص کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے۔ کہ فلاں مقام پر میرے باپ کو گالیاں دی جا رہی ہیں۔ میں جا کر سُن آؤں۔ یا کوئی کسی کو اطلاع دے۔ کہ فلاں جگہ تمہاری ماں کو گالیاں دی جا رہی ہیں۔ اور وُہ جھٹ جوتا ہاتھ میں پکڑ کر بھاگ اُٹھے۔ کہ سُنوں کیسی چٹخارے دار گالیاں دی جاتی ہیں۔ اگر تمہارے اندر

حقیقی غیرت

ہو۔ تو تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اپنے امام۔ اور دُوسرے بزرگوں کے متعلق گالیاں سُننے کے لیے جاتے ہی کیوں ہو۔

تمہارا وہاں جانا بتاتا ہے۔ کہ تمہارے اندر غیرت نہیں۔ یا ادنےٰ درجہ کی غیرت ہے۔ مجھے یاد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آریوں نے

لاہور میں ایک جلسہ

کیا۔ اور آپ سے خواہش کی۔ کہ آپ بھی مضمون لکھیں جو وہاں پڑھا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ ہم ان لوگوں کی عادت کو جانتے ہیں۔ یہ ضرور گالیاں دیں گے۔ اس لئے ہم ان کے کسی جلسہ میں حصہ نہیں لیتے۔ مگر ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب اور لاہور کے بعض دوسرے لوگ جن کی خوشامد وغیرہ کرکے آریوں نے انہیں آمادہ کر لیا ہوا تھا کہنے لگے۔ چونکہ اب ملک میں سیاسی تحریک شروع ہوئی ہے۔ اس لئے آریوں کا رنگ بدل گیا ہے۔ آپ ضرور مضمون لکھیں۔ اس سے اسلام کو بہت فائدہ ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکراہ کے باوجود ان کی بات مان لی۔ اور مضمون رقم فرمایا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کو پڑھنے کے لئے لاہور بھیجا۔ میں بھی گیا۔ اور بھی بعض دوست گئے تھے۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون پڑھا گیا جس میں سب باتیں محبت اور پیار کی تھیں۔ اس کے بعد ایک آریہ نے مضمون پڑھا جس میں شدید گالیاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھیں۔ اور وہ

تمام گندے اعتراضات

کئے گئے تھے۔ جو عیسائی اور آریہ کرتے ہیں مجھے آج تک اپنی اس غفلت پر افسوس ہے میرے ساتھ ایک اور صاحب بیٹھے تھے۔ ٹھیک یاد نہیں کون تھے۔ غالباً اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی یا کوئی اور تھے جب آریہ لیکچرار نے سخت کلامی شروع کی۔ تو میں اٹھا۔ اور میں نے کہا۔ میں یہ نہیں سن سکتا۔ اور جاتا ہوں۔ مگر اس شخص نے جو میرے پاس بیٹھا تھا۔ کہا کہ حضرت مولوی صاحب اور دیگر علماء سلسلہ بیٹھے ہیں۔ اگر اٹھنا مناسب ہوتا۔ تو وہ نہ اٹھتے۔ میں نے کہا۔ انکے دل میں جو ہوگا۔ وہ جانتے ہونگے۔ لیکن میں نہیں بیٹھ سکتا۔ مگر اس نے کہا۔ رستے سب بند ہیں دروازوں میں لوگ کھڑے ہیں۔ آپ درمیان سے اٹھ گئے۔ تو شور ہوگا۔ اور فساد پیدا ہوگا۔ چپکے بیٹھے رہو۔ میں اسکی باتوں میں آگیا۔ اور بیٹھا رہا۔ مگر مجھے

آج تک افسوس

ہے۔ کہ جب ایک نیک تحریک میرے دل میں اللہ تعالےٰ نے پیدا کی تھی۔ تو میں کیوں نہ اٹھ آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب یہ سُنا کہ جلسہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی گئی ہیں۔ تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ اور سب سے زیادہ ناراض آپ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ پر ہوئے۔ بار بار فرماتے۔ کہ آپ سے مجھے یہ امید نہ تھی۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طرح گالیاں دی جائیں۔ اور آپ چپکے بیٹھے سنتے رہتے۔ آپ کو چاہئے تھا کہ پروٹسٹ کرتے۔ اور اسی وقت اُٹھ کر آجاتے آپ کی غیرت نے یہ کس طرح گوارا کیا۔ کہ ایک منٹ بھی وہاں بیٹھیں۔ غرض آپ اس قدر ناراض ہوئے۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ شاید

جماعت سے خارج

کردیں۔ مولوی محمد احسن صاحب جلسہ میں نہیں گئے تھے۔ مجھے یاد ہے۔ چلتے چلتے وُہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتوں کی تصدیق بھی کرتے جاتے تھے۔ اور پھر ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے تھے۔ کہ ذہول ہوگیا ذہول کا لفظ میں نے ان سے ہی اس وقت پہلی دفعہ سُنا۔ وہ یہ بات بار بار اس طرح کہتے تھے۔ کہ جس سے ہنسی آجائے۔ افسوس کا اظہار بھی کرتے جاتے تھے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہتے جاتے۔ کہ ذہول ہوگیا۔ خیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تھوڑی دیر بعد معاف کر دیا۔ تو ہمارے لئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فیصلہ

موجود ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ ڈائرکٹ کے لئے ضروری ہے۔ کہ جائے اور نوٹ لیکر اپنی جماعت کو اطلاع دے۔ پھر اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ کہ ان گالیوں کو ہم بعد میں کتاب کی صورت میں شائع کردیں۔ کیونکہ یہ بھی سلسلہ کی تائید کا ایک حصہ ہے۔ لیکن اسوقت اس مجلس میں بیٹھنا اس مجلس کے اعزاز کو بڑھانا ہے۔ ہم انہیں کتابوں میں لکھنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ آئندہ نسلوں کو ان باتوں سے آگاہ کرنا ضروری ہے مگر مجلس میں جاکر بیٹھنے سے نہ آئندہ نسلوں کو کوئی فائدہ ہے۔ اور نہ موجودہ زمانہ کے لوگوں کو۔ اور جو ایسی مجالس میں جاتے ہیں۔ وہ غیرت کو پامال کرتے ہیں۔

پس میں

جماعت کے دوستوں کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ ڈائرکٹوں کے سوا ایسی مجالس میں کوئی نہ جائے۔ جو پہلے جاتا تھا۔ اس کے متعلق ماننا پڑے گا۔ کہ وہ غیرت کے اعلےٰ مقام پر نہیں۔ اور اس خطبہ کو سننے کے بعد اگر کوئی جائیگا۔ تو میں سمجھونگا کہ اسکے اندر غیرت ہے ہی نہیں۔

لیکن اب تو یہاں یہ حالت ہوگئی ہے۔ کہ ہمیں

گھروں پر آکر گالیاں

دی جاتی ہیں۔ مگر اس صورت میں بھی میں کہوں گا۔ اپنے کانوں میں انگلیاں دے لو۔ دروازے بند کرلو۔ اور دعاؤں میں لگ جاؤ۔ اچھی طرح یاد رکھو۔ کہ یہ کوئی بزدلی نہیں بلکہ قوت کا موجب ہے۔ جب ہم ہوا کو دباتے ہیں۔ تو توپ کی طرح آواز پیدا ہوتی ہے اسی طرح جب تم اپنے جذبات کو دبانے کے عادی ہو جاؤ گے۔ تو تمہارے اندر

بم کی سی قوت

پیدا ہوگی۔ اور تمہارے اخلاق میں اصلاح پیدا ہوگی۔ تبلیغ میں اثر ہوگا۔ اور اسی چیز کی ہمیں ضرورت ہے۔ گالی کا جواب گالی میں دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ کسی نے بدمعاش کہا۔ تم نے بھی آگے سے اسے بدمعاش کہہ دیا۔ اس کا فائدہ کیا ہوا

فائدہ کی صورت

یہ ہے۔ کہ وہ گالیاں دیں۔ اور تم دعائیں کرو۔ نمازیں پڑھو۔ ذکر الٰہی سے تو ثواب حاصل ہوتا ہے۔ مگر کیا تم نے کبھی کسی کتاب میں یہ بھی پڑھا ہے۔ کہ گالی کا جواب گالی میں دینے سے بھی ثواب حاصل ہوتا ہے۔ پس غیرت کو صحیح طور پر دکھاؤ۔ غیرت یہ ہے۔ کہ کوئی شخص تمہارے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یا خلیفہ پر حملہ کرتا ہے تو تم کھڑے ہو کر کہو۔ اس کے جواب میں اتنے دن تبلیغ کے لئے وقف کرتا ہوں۔ اور وہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ مگر علے الاعلان یہ کہہ جاؤ کہ اس کے جواب کیلئے میں اتنے دن زیادہ تبلیغ کے لئے وقف کرتا ہوں۔ اور اس طرح جو گند ان لوگوں کے اندر ہے۔ اس کی اصلاح کرونگا یہ

حقیقی غیرت

ہوگی۔ یہ کیا غیرت ہے۔ کہ جواب میں خود گالیاں دینے لگ گئے۔ ایسی مجالس میں جاکر بیٹھنا اور گالیاں سننا بے غیرتی ہے۔ اور گالی دینا کمزوری ہے۔ ان میں سے کوئی بھی ثواب کی چیز نہیں۔ ثواب یہ ہے۔ کہ تبلیغ کرو۔ میں نے خود تو نہیں پڑھا۔ سنا ہے الفضل میں نکلا ہے۔ یا شاید کسی اور اخبار میں چھپا ہو۔ اگر الفضل میں بھی ہے۔ تو وہ پرچہ میری نظر سے نہیں گذرا۔ کہ کسی مولوی نے کہا اگر میرے پاس روپیہ ہو۔ تو میں خلیفۂ قادیان کی بیویوں کو نکال لاؤں۔ اب اس کے یہ کہہ دینے سے میرا کیا بگڑ گیا۔ ہاں اس نے اپنے متعلق ثابت کر دیا۔ کہ وُہ

غنڈہ

ہے۔ کبھی کسی نیک اور بزرگ انسان نے بھی کہا ہے۔ کہ فلاں کی بیوی کو نکال لاؤنگا پس ان الفاظ سے میرا تو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ ہاں کہنے والا

خود بدمعاش ثابت ہوتا ہے

اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ایسی باتیں سنکر تنہیں تو لاحول پڑھنا چاہئے۔ کہ مسلمان اس قدر گر گئے ہیں۔ جس

قوم کے لیڈر

یہ باتیں کرنے والے ہوں۔ وُہ قوم کیا باقی رہیگی جس کے مذہبی لیڈر یہ کہیں۔ کہ ہم دوسروں کی بیویاں نکال لائیں گے۔ اس کی زندگی کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ کیا یہی باتیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام کے متعلق اس زمانہ کے کفار نہ کہتے تھے۔ آج بھی احادیث نکال کر دیکھ لو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ کے عرب شعرا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات کے متعلق تشبیب کیا کرتے تھے۔ اور ان باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ بھی ان کے مثیل ہیں تمہیں تو ان لوگوں کی ایسی حرکات سے خوش ہونا چاہئیے کہ اس بات کا ایک اور ثبوت مل گیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مثیل تھے۔ جبھی تو یہ لوگ

آپ کے دشمنوں کے مثیل

بنے۔ یہ باتیں علے الاعلان ہو رہی ہیں اور

حکومت خاموش ہے

اس میں ہماری کوئی ذلت نہیں بلکہ

حکومت کی ذلت
ہے۔ مسلمان خاموش ہیں۔ ان کی ذلت ہے ہماری تو عزت ہی عزت ہے۔ جب اس قدر گندد یکھ کر بھی حکومت جس نے قانون بنایا ہوًا ہے۔ کہ فحش کلامی اور اخلاق سوز تقریریں اور تحریریں تصویریں اور کارٹون وغیرہ جرم ہیں۔ خاموش ہے۔ تو یہ اس کی ذلت ہے۔ یہ باتیں پلیٹ فارموں پر کہی جاتی ہیں۔ اور پولیس کے ڈائری نویس موجود ہوتے ہیں۔ وہ رپورٹیں لکھتے ہیں۔ لیکن حکومت ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حکومت خود

قانون شکنی
چاہتی ہے۔ پھر اس سے یہ ثابت ہے۔ کہ ہمارے دشمنوں کے اخلاق بگڑ گئے ہیں اور اس سے یہ ثابت ہے۔ کہ ہماری ترقی نہ حکومت کی مدد سے ہوسکتی ہے۔ اور نہ مسلمانوں کی مدد سے بلکہ

اللہ تعالےٰ کی مدد سے
ہی ہوسکتی ہے۔ ان باتوں میں ہمارا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ نقصان اگر ہے تو حکومت کا۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ خود قانون کو نافذ کرانا نہیں چاہتی۔ ابھی ایک مقدمہ اس کی طرف سے چلایا گیا تھا جس کے متعلق وقت آنے پر ہم ثابت کرینگے کہ یہ

دراصل ہمارے خلاف
تھا۔ اور پولیس اور سول کے بعض افسر ایک خاص مقصد کو مدنظر رکھ کر کام کر رہے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ کچھ ثابت نہ کر سکے۔ اور عدالت نے بھی اپنے فیصلہ میں لکھ دیا۔ کہ بہت سی باتیں غلط ہیں۔ اس

فیصلہ کو پڑھ کر
یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ عدالت بھی سمجھتی تھی کہ یہ مقدمہ عطاء اللہ کے خلاف نہیں۔ بلکہ ہمارے خلاف چلایا گیا ہے۔ مگر پھر بھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہر جگہ

ہماری بریت
کی ہے۔ دو ایک جگہ پر خاموشی اختیار کی گئی ہے۔ ایک کے متعلق تو لکھا ہے کہ یہ اس مقدمہ میں زیر بحث نہیں آسکتا۔ اور ایک بات ایسی ہے۔ جس کے متعلق صحیح ریکارڈ عدالت کے سامنے نہیں لایا گیا۔ ہم تو اس مقدمہ میں ایسے مدعا علیہ تھے جنہیں

بولنے کا حق نہ تھا
مگر باوجود اس کے اللہ تعالےٰ نے فضل کیا اور عدالت نے قریباً تمام اعتراضات کو رد کر دیا ہے۔ قادیان میں ہماری حکومت بتائی جاتی تھی۔ مگر عدالت نے تسلیم کیا ہے کہ یہ غلط ہے۔ صرف

معمولی جھگڑے
جو نا قابل دست اندازی پولیس ہوتے ہیں یہاں طے کرا دیئے جاتے ہیں۔ سوائے ایک کے جس میں غلطی لگی ہے۔ پھر کہا جاتا تھا۔ کہ

تبلیغ تشدد سے
کی جاتی ہے۔ مگر عدالت نے لکھا ہے۔ کہ خود ان کے گواہوں اور جماعت احمدیہ کے دشمن گواہوں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ تبلیغ میں کوئی سختی نہیں کی جاتی۔ ایک مقدمہ قتل تھا۔ اس کے متعلق لکھا ہے۔ کہ ملزم نے خود اس

مقدمہ کی مثل
داخل نہیں کرائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے حق میں نہیں۔ اگر یہ بات ان کے حق میں تھی۔ تو مثل کیوں پیش نہیں کی گئی۔ بلکہ فیصلہ کے ایک فقرہ سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ شائد عدالت نے اس فیصلہ کو پڑھا ہے۔ اس فیصلہ میں تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ قتل سخت اشتعال کا نتیجہ تھا۔ اسی طرح اور بھی بہت سے امور کے متعلق بھی ہماری بریت کی ہے۔ باوجودیکہ

گورنمنٹ نے ہمیں مدعا علیہ بنایا۔
اور ایسی صورت میں کہ ہم کوئی جواب بھی نہ دے سکیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ہماری بریت عدالت سے کرا دی ہے۔ میں یہ نہیں جانتا۔ کہ اس مقدمہ کی کارروائی میں ضلع گورداسپور سے باہر کے حکام بھی شامل تھے یا نہیں۔ اور حسن ظنی سے کام لیتے ہوئے میں یہی کہتا ہوں۔ کہ نہیں تھے۔ لیکن

ضلع کے حکام
کا ایک طبقہ تو ضرور اس میں شامل تھا۔ بعض گواہیاں بھی اس سلسلہ میں ہمیں ملی ہیں۔ اور بعض لوگوں نے بتایا ہے۔ کہ حکام ان سے کیا کچھ کہتے رہے۔ میں ان باتوں کا اعلان بعد میں کروں گا۔ لیکن یہ ابھی کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ بعض مزید سوالات ایسے کئے جاسکتے تھے۔ جن سے ان اعتراضات کا حل ہوسکتا۔ جو ہم پر کئے گئے۔ مگر وہ نہیں کئے گئے۔ اور اس طرح

بعض امور کو مشتبہ
ہی رہنے دیا گیا۔ حالانکہ مقامی حکام کا فرض تھا۔ کہ جو باتیں ہم پر اعتراض بنتی تھیں۔ ان کو حل کراتے۔ کیونکہ ہماری جماعت کی عزت گورنمنٹ کے ہاتھ میں تھی۔ مگر پھر بھی ہمیں

کوئی شکوہ اور گلہ نہیں
کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ہماری بریت کر دی تو میں بتا یہ رہا تھا۔ کہ یہ الزام حکومت پر عائد ہوتا ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے۔ جب میں

گورنمنٹ کا لفظ
بولتا ہوں۔ تو میری مراد ان ذمہ دار حکام سے ہے۔ جن کا براہ راست اس سے تعلق تھا خواہ ان کا سلسلہ ضلع تک ہی ختم ہو جاتا ہو۔ یا باہر تک۔ جاتا ہو۔ ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ کہاں تک جاتا ہے۔ پھر اس فیصلہ میں ابھی ایک ایسا ریمارک ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکومت نے اپنے

فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی
کی ہے۔ عدالت نے لکھا ہے۔ کہ ملزم کی تقریر کے دو حصے ہیں۔ ایک حکومت کے خلاف اور ایک جماعت احمدیہ کے خلاف ایک حصہ میں حکومت پر حملے کئے گئے ہیں اور دوسرے میں جماعت احمدیہ پر۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ حکومت نے اس حصہ کی بناء پر مقدمہ کیوں نہ چلایا۔ جو اس کے خلاف تھا۔ اور کیوں اس حصہ پر چلایا جو ہمارے خلاف تھا۔ ہمارے خلاف حصہ کی بناء پر مقدمہ چلانے میں تو مذہبی اختلاف کی وجہ سے شورش ہوسکتی تھی۔ جیسے اب ہو رہی ہے۔ لیکن اگر حکومت اس حصہ کی بناء پر مقدمہ چلاتی۔ جو اس کے خلاف تھا۔ تو اس قسم کی کوئی شورش بھی نہ ہوسکتی۔ پس

یہ ایک معمّا ہے
عدالت نے تسلیم کیا ہے۔ کہ تقریر کا ایک حصہ حکومت کے خلاف تھا۔ پھر یہ راز سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ حکومت کیوں ہماری تو خیرخواہ بنتی ہے۔ مگر اپنی نہیں بنتی۔ کیوں نہیں بنتی۔ یہ ایک معمّا ہے۔

تو میں بتا رہا تھا۔ کہ ان گالیوں سے یا تو اعتراض حکومت پر آتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی ذمہ واری کو نہیں سمجھا۔ یا احرار پر۔ کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ

اسلامی اخلاق
کو بھلا دیا ہے۔ بلکہ بگاڑ دیا ہے۔ ہمارا تو فائدہ ہی فائدہ ہے۔ ہم اگر خاموش رہتے ہیں۔ تو ثواب ملتا ہے۔ اور اگر تبلیغ کرتے ہیں۔ اور ان گالیوں کو سن کر اپنے اوقات اور جان و مال سلسلہ کی ترقی کے لئے وقف کر دیتے ہیں تو ثواب کے علاوہ ترقی بھی حاصل ہوتی ہے پھر اس سے لوگوں کو یہ بھی دیکھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ

انگریزوں کی مدد سے
ترقی نہیں کر رہی۔ پہلے یہ اعتراض کیا جاتا تھا۔ مگر اب تو ضلع گورداسپور بھی

ہمارے لئے صوبہ سرحد
بنا ہوُا ہے۔ اس لئے نہیں کہا جاسکتا۔ کہ اب جو ترقی ہو رہی ہے۔ وہ حکومت کی مدد سے ہوتی ہے۔ گندی سے گندی گالیاں ہمیں دی جاتی ہیں۔ احمدی عورتوں پر ناپاک الزام لگائے جاتے ہیں۔ مگر پولیس والے چپ چاپ بیٹھے سنتے بلکہ ان کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ اور گالیاں دینے والوں کو بلا بلا کر ان سے مشورے کرتے ہیں۔ مگر ان سب باتوں کا کوئی علاج نہیں کیا جاتا۔ میں سمجھتا ہوں۔ یہ دور بھی ہم پر

اللہ تعالےٰ کی خاص مصلحت
کے ماتحت آیا ہے۔ اللہ تعالےٰ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ احمدیت انگریزوں کی مدد سے ترقی نہیں کر رہی۔ جب یہ دور ختم ہو جائے گا۔ تو بالا افسروں کو خود بخود توجہ ہو جائے گی۔ اور وہ محسوس کریں گے۔ کہ ان کے ماتحتوں نے غلطی کی۔

پھر

برطانوی انصاف
جس کی ہم ہمیشہ سے تعریف کرتے آئے ہیں۔ قائم ہوگا۔ یہ درمیانی دور

اللہ تعالےٰ کی طرف سے
ہے۔ اور اس لئے ہے۔ کہ تا یہ الزام ہم پر نہ رہے۔ کہ یہ جماعت انگریزوں کی مدد سے ترقی کر رہی ہے ۞

اب قادیان میں کئی معزز غیر احمدی اور ہندو آتے ہیں۔ اور حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ کہ ہم تو سمجھتے تھے۔ یہ جماعت حکومت کی خاص حفاظت میں ہے۔ مگر آپ لوگ تو یہاں

بتیس دانتوں میں زبان

کی حیثیت رکھتے ہیں۔ غرض اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں فائدہ ہی ہو رہا ہے۔ وقت آئے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ پنجاب کے افسروں پر حقیقت کھول دیگا۔ اس وقت ان ماتحت افسروں سے بھی بازپرس ہو جائے گی۔ جو ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور ہمارے اوپر ظلم کا بھی ازالہ ہو جائیگا مگر ہم تو کسی بندے سے ازالہ کے خواہاں ہی نہیں ہیں۔ ہاں ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ خود اپنا فرض ادا کریں گے۔ کیونکہ ہمارا انگریزوں سے ہمیشہ تعاون رہا ہے۔ ورنہ ہمارا اعتماد اور امید تو اللہ تعالیٰ پر ہی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ

ایک ایک چیز کا بدلہ

ایسا لے گا۔ کہ دنیا یاد رکھے گی

مصر کے ایک بزرگ

کے متعلق لکھا ہے کہ جس محلہ میں وہ رہتے تھے۔ وہاں کے لوگ ان پر اور ان کے بیوی بچوں پر طرح طرح کے الزام لگاتے رہتے تھے۔ انہوں نے بہترا سمجھایا اور کہا کہ خدا سے ڈرو۔ مگر ان لوگوں نے ایک نہ مانی۔ آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت ہوئی۔ اس محلہ والوں میں بدکاری پھیلی اور یہاں تک پھیلی۔ کہ اب وہ

کنچنیوں کا محلہ

ہے۔ پس ان باتوں سے ہمارا تو کچھ نہیں بگڑتا۔ یہ لوگ اپنے اخلاق بگاڑتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھی اپنے اوپر بھڑکاتے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایک طرف تو کہتے ہیں۔ کہ ہم

حکومت کا تختہ

الٹنا چاہتے ہیں۔ اور دوسری طرف جان نکلتی جا رہی ہے۔ ذرا کوئی بات ہو۔ تو شور مچا دیتے ہیں۔ کہ پولیس کہاں ہے کیوں انگریز ہماری مدد نہیں کرتے۔

تختہ الٹنے کا دعویٰ

کرنا اور پھر حکومت سے مدد بھی مانگنا یہ بالکل عجیب بات ہے۔ جو تختہ الٹنے والے ہوں۔ وہ اس طرح مدد نہیں مانگا کرتے۔ بلکہ ان کو تو مدد دینے کے لئے اگر کوئی آئے۔ تو بھی وہ کہہ دیتے ہیں کہ جاؤ ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت نہیں لیکن ایک طرف تو ان لوگوں کی یہ حالت ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے مقابل پر اتنے دلیر ہیں۔ کہ اس کے غضب سے بھی نہیں ڈرتے۔ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اتنا خیال نہیں آتا۔ کہ ایک دن

اللہ تعالیٰ کے حضور

پیش ہونا ہے۔ اور اعمال پر جزا سزا مترتب ہو گی۔ جو بات کرتے ہیں۔ الٹی۔ اور جو چال چلتے ہیں۔ الٹی ہی چلتے ہیں۔ ادھر ہمارے خلاف شورش ہے اور اس بات کو بالکل نہیں سمجھتے۔ کہ مسلمانوں میں اختلاف بڑھ رہا ہے اور ان کی تباہی کے سامان جمع ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں میں سے تو کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی۔ البتہ

ہمارے صوبہ کے گورنر صاحب

کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور آپ نے انجمن حمایت اسلام کے جلسے پر تقریر کرتے ہوئے

دردمندانہ نصیحت

کی۔ کہ لڑائی جھگڑے چھوڑ دو۔ ورنہ اپنی حالت کو کمزور کر لوگے۔ ایک انگریز افسر کے منہ سے یہ فقرات سن کر ان لوگوں کو شرم آ جانی چاہیئے تھی۔ کہ غیر بھی ہماری خیر خواہی کرتے ہیں۔ لیکن بجائے اس کے کہ یہ لوگ ان کی اس ہمدردی کی قدر کرتے جھٹ اعلان کر دیا۔ کہ تم اپنا کام کرو تمہیں ان باتوں سے کیا واسطہ ہمیں تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو گورنر صاحب کا اس میں کوئی فائدہ نہ تھا۔ لوگ تو اعتراض کرتے ہیں کہ حکومت لڑانا چاہتی ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہوتی۔ تو گورنر صاحب کو چاہیئے تھا۔ کہ کہتے۔ خوب لڑو۔ اسی میں تمہارا فائدہ ہے۔ مگر وہ یہ نصیحت کرتے ہیں۔ کہ لڑنا اچھا نہیں۔ مگر بجائے اس نصیحت سے فائدہ حاصل کرنے کے

ان لوگوں نے اسے ٹھکرا دیا

ان کی مثال تو اس شخص کی سی ہے۔ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ گرمی کے موسم میں دھوپ میں بیٹھا تھا۔ کسی نے از راہ ہمدردی کہا کہ سایہ میں ہو جاؤ۔ تو اس نے جواب دیا کہ کیا دو گے ہز ایکسی لنسی نے ان کی خیر خواہی کی لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے

سر ظفر علی جیسے

اٹھے اور باوجودیکہ ہائی کورٹ کے جج رہ چکے تھے۔ ہز ایکسی لنسی کی اس دردمندانہ نصیحت کے جواب میں کہا کہ آپ اپنا کام کیجئے۔ یہ فساد تو آپ کا ہی پیدا کردہ ہے اور حکومت ہی اسے بڑھا رہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو آئندہ کوئی نصیحت بھی نہ کرے۔ کیا یہ ایسے لوگوں کی باتیں نہیں ہیں۔ جن کی عقل ماری گئی ہو کہ نصیحت بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ کتنے فائدہ کی کیوں نہ ہو۔ اول تو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا پھر ناصح سے لڑنا اور تیسرا اب اور کمال یہ کیا ہے کہ حادثہ کراچی کی وجہ سے

سلور جوبلی کی خوشی

میں شامل ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ بھلا کوئی پوچھے کہ سلور جوبلی کا کراچی کے حادثہ سے تعلق ہی کیا ہے۔ اگر سارے انگریز ظالم ہوں۔ تب بھی

ملک معظم کی ذات

سے عناد کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ انگلستان کا بادشاہ آئینی ہوتا ہے۔ وہ حکومت کی تفاصیل میں دخل نہیں دیتا۔ وہ تو

ایک مرکزی نقطہ

ہوتا ہے۔ جو مختلف ممالک کو جمع کرتا ہے اور جب کسی انگریز افسر کے افعال سے بادشاہ کو کوئی تعلق ہی نہیں۔ تو پھر ان کی سلور جوبلی سے عناد کیسا۔ یہ تو وہی بات ہو گی جسے کہتے ہیں

ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ

کراچی کے بعض افسر غلطی کرتے ہیں۔ بمبئی کی گورنمنٹ بھی ان کی تائید کرتی ہے۔ اور اگرچہ یہ صحیح نہیں۔ لیکن میں فرض کر لیتا ہوں کہ گورنمنٹ آف انڈیا بھی ان کی تائید کرتی ہے۔ اور گورنمنٹ برطانیہ بھی

لیکن جب حکومت کی تفاصیل سے کوئی بادشاہ کا تعلق ہی نہیں۔ تو پھر سلور جوبلی پر غصہ کس بات کا۔ ملک معظم تو صرف محبت کا اور اخلاقی تعلق قائم کرنے والا وجود ہے۔ ورنہ آسٹریلیا والے اپنا علیحدہ قانون بناتے ہیں۔ کینیڈا والے اپنا علیحدہ بناتے ہیں۔ اس طرح ہر حصہ حکومت اپنے طور پر آزاد ہے اور بادشاہ کو اس کی حکومت کی تفاصیل سے کوئی تعلق نہیں پھر ایسے وجود پر غصہ جو

محض محبت کے قیام کیلئے

ہے۔ کس قدر مضحکہ خیز امر ہے۔ برطانوی سلطنت میں بادشاہ حکومت کے لئے نہیں بلکہ محبت کے جذبات کے اتحاد کے لئے ہے۔ بھلا ایسے بادشاہ پر جسے حکومت سے کوئی واسطہ نہیں نزلہ گرانا بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ لوگ ظاہر تو یہ کرتے ہیں۔ کہ ہم ماتم کر رہے ہیں لیکن کیا یہ آٹھ کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کے مدعی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں۔ کہ

مسلمان سینما میں نہیں جاتے

شہروں میں جا کر دیکھو۔ ہر سینما میں مسلمان تماشبین زیادہ ہوں گے۔ اگرچہ مسلمان غریب زیادہ ہیں۔ مگر سینما دیکھنے والوں میں بھی زیادہ تعداد انہی کی ہوتی ہے۔ اس وقت کوئی ماتم یاد نہیں رہتا۔ پھر مسلمانوں کے محلہ میں جاؤ۔

فونوگراف اور گراموفون

بج رہے۔ اور گانے ہو رہے ہونگے ابھی احرار کا لدھیانہ میں جلسہ ہوا۔ اور انہوں نے وہاں

بڑی شان و شوکت سے جلوس

نکالا۔ اس وقت ماتم کیوں بھول گیا۔ کسی کا بچہ مر جائے۔ اور وہ خود تو کنچنیوں کا ناچ کرائے۔ لیکن دوسرا ولیمہ کے لئے بھی بلائے۔ تو کہہ دے میں ماتم میں ہوں۔ تو اسے کون معقولیت قرار دے سکتا ہے۔ پس سینماؤں میں مسلمان بکثرت جاتے ہیں۔ اس وقت انہیں

کراچی کا حادثہ

یاد نہیں رہتا۔ پھر سینکڑوں فونوگراف اور گراموفون مسلمانوں کے گھروں میں روز بجتے ہیں۔ اور کسی کو کراچی کا حادثہ یاد نہیں آتا۔ لیکن سلور جوبلی جو

مختلف ممالک کے اتحاد کی نمائش

ہے۔ اس کے لئے کراچی کا ماتم ان کے آگے روک ہے۔ گویا یہ لوگ عقل سے بالکل ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ نہ انہیں ملک کے اتحاد کا خیال ہے۔ نہ قومی ترقی کا۔ حکومت سے اختلاف کرنے کا ہمیں بھی موقعہ پیش آیا۔ مگر ہم سمجھتے ہیں۔ برطانی حکومت اور چیز ہے۔ اور ملک معظم کی سلور جوبلی اور چیز۔ جس اصل کی پیروی احراری کر رہے ہیں۔ اگر اسے صحیح سمجھ لیا جائے۔ تو پھر کسی مسلمان کے چور ثابت ہو جانے کی وجہ سے کہنا پڑے گا۔ کہ سارے مسلمان خراب ہو گئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ فلاں عورت خوبصورت تھی۔ میں نے اسے دیکھا۔ اور ضبط نہ کر سکا۔ اسے چوم لیا۔ آپ نے اسے علاج بتا دیا۔ اور وہ چلا گیا۔ اب کیا اس کا یہ مطلب ہو گا۔ کہ سارے مسلمان ہی ایسے تھے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ

ہندو مسلمانوں کے دشمن

ہیں۔ مگر کیا سارے ہندو ایسے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہندوؤں میں ہزاروں لاکھوں انسان ایسے ہیں۔ جو اپنے مسلمان ہمسایہ کے لئے اپنی جانیں قربان کر سکتے ہیں۔ حکومت کے ساتھ احراریوں کی بھی لڑائی ہوئی۔ اور ہماری بھی۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ چند افسروں نے شرارت کی۔ اور ہمارا غصہ انہی پر ہے۔ وہ اپنی کسی خوشی کی تقریب پر اگر بلائیں۔ تو ممکن ہے ہم انکار کر دیں۔ لیکن یہاں تو حکومت کا ہی سوال نہیں۔ بلکہ یہ خوشی تو

بادشاہ کی ذات سے تعلق

رکھتی ہے۔ حکومت اور چیز ہے۔ اور بادشاہت اور چیز۔ دونو کو ملانا حد درجہ کی حماقت ہے۔ تم انگریزوں کو کتنا بُرا کہہ لو۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ کئی آزاد ممالک ان کے ذریعہ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ اور ساری دنیا یا تو اسی ماڈل پر متحد ہو سکتی ہے۔ یا اسی میں شامل ہو کر متحد ہو سکتی ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ یہ باتیں احراریوں کو بُری لگیں گی۔ اور وہ کہیں گے۔ کہ یہ انگریزوں کی حکومت کو ساری دنیا پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر جس بات کو ہم اچھا سمجھتے ہیں۔ اسے ان کے کہنے سے چھوڑ نہیں سکتے۔ ہم کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی

میں ہی آ سکتا ہے۔ گر وہ اس پر بُرا مناتے ہیں۔ تو کیا ہم اسے چھوڑ دیں۔ اگر یہ باتیں انہیں بری لگتی ہیں۔ تو میں یہی کہوں گا۔ کہ

موتوا بغیضکم

جاؤ اور جا کر غصہ میں جلتے رہو۔ ہم تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں اگر یہ بات بری لگے۔ تو ہزار دفعہ لگے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں۔ حضرت عیسے علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ انہیں یہ بات بھی بُری لگتی ہے۔ مگر ہم یہی کہیں گے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کی زندگی سے

اسلام کی موت

ہے۔ مگر ہم نے اسلام کو زندہ کرنا ہے۔ یہ بات اگر تمہیں بری لگتی ہے۔ تو ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں۔ ہم حضرت عیسے علیہ السلام کو زمین میں مدفون بتاتے ہیں۔ احراری اسے ہتک سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم حضرت عیسےٰؑ کے آسمان پر جانے کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک سمجھتے ہیں۔ اور اسے ہم کسی صورت میں گوارا نہیں کر سکتے۔ یہ بات اگر انہیں بُری لگے۔ تو بے شک لگے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کے مقابلہ میں ہم

کسی چیز کی پروا

نہیں کرتے۔ اسی طرح ہم پر ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ ہم انگریزوں کی خیر خواہی کرتے ہیں۔ لیکن کیا انگریزوں سے ہماری کوئی رشتہ داری ہے جو جرمنوں یا فرانسیسیوں سے نہیں۔ انگریز ہمیں کیا دیتے ہیں۔ یہی گالیاں ہی ہیں جو مل رہی ہیں۔ مگر اس کے باوجود ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری صرف ایک دو یا چار افسروں پر عائد ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے ہم ساری قوم پر کس طرح الزام دے سکتے ہیں۔ پھر یہ دو چار افسر بھی ہندوستانیوں کے بہکائے ہوئے ہیں۔ بعض ہندوستانی افسر ہیں جو اپنی چودھرائی جتانے کے لئے

جھوٹی باتیں

اور رپورٹیں ان کے پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان کا قصور صرف اتنا ہے۔ کہ وہ ان ہندوستانی افسروں کو سچا سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن ہم انگریزوں کی تعریف اس اصل کی خاطر کرتے ہیں جسے انہوں نے دنیا میں جاری کیا ہے۔ اور یہ

خدا کی دین

ہے جو

سلطنت برطانیہ کے کئی حصے ہیں۔ جو آزاد کے آزاد ہیں۔ اور اکٹھے کے اکٹھے اسی اصل پر

دنیا کے امن کی بنیاد

قائم ہو سکتی ہے۔ افغانستان ایران سے لڑ سکتا ہے۔ مگر پنجاب سندھ سے نہیں لڑ سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے انگریزوں کو سمجھ دی۔ اور انہوں نے ایسی سلطنت بنائی ہے۔ اب یہ ایک فضل ہے۔ اور کون ہے۔ جو اسے ان سے چھین سکے۔ یہ ان پر

اللہ تعالےٰ کا ایک انعام

ہے۔ اور اس کا انکار کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور ہم اس کا انکار اس وجہ سے کیونکر کر سکتے ہیں۔ کہ احراری ہمیں انگریزوں کا حامی سمجھتے ہیں۔ یا بعض ہندوستانی افسر ہمارے مخالف ہیں۔ ہم تو سچائی کے نوکر ہیں۔ بینگن کے نہیں ہمیں اللہ تعالےٰ نے یہی تعلیم دی ہے کہ جو سچائی ہو۔ اسے لو۔ خواہ کوئی بندہ راضی ہو۔ یا ناراض۔ کہتے ہیں کہ کسی راجہ نے ایک دن

بینگن کی تعریف

کی۔ کہ یہ بہت اچھی چیز ہے۔ ایک درباری نے یہ سن کر بینگن کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے۔ اور یہ بھی کہا کہ اس کی شکل ہی ایسی ہے جیسے کوئی صوفی گوشہ میں بیٹھا عبادت کر رہا ہو۔ لیکن کھانے سے جب راجہ کو بواسیر ہو گئی۔ اور ایک دن اس نے بینگن کی مذمت شروع کر دی۔ تو اسی درباری نے دنیا جہان کے تمام نقائص بینگن میں بیان کر دیئے۔ اور کہا کہ حضور اس کی تو شکل ہی ایسی ہے۔ جیسے ہاتھ منہ کالا کر کے کسی کو پھانسی پر لٹکایا گیا ہو۔ کسی نے اسے کہا۔ تم نے اس دن تو بینگن کی اس قدر تعریف کی تھی۔ اور آج اتنی مذمت کرتے ہو۔ اس پر وہ کہنے لگا ہم تو راجہ کے نوکر ہیں بینگن کے نہیں۔ مگر ہماری یہ مثال نہیں۔ ہم تو

اللہ تعالےٰ کے نوکر

ہیں۔ ہمیں نہ تو انگریزوں کی خوشنودی مدنظر ہے۔ اور نہ احراریوں کی دشمنی۔ ہمارے رویہ سے خواہ انگریز یہ دھوکا کھائیں۔ کہ خوشامدی ہیں۔ اور خواہ احراری اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں۔ کہ یہ

حکومت کے ایجنٹ

ہیں۔ مگر ہمیں اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔ کہ ہر ایک کی نیکی دیکھو۔ کیونکہ نیکی کو دیکھنے والی آنکھ ہی خدا تعالےٰ کو دیکھ سکتی ہے۔ اب نیکی اگر احرار میں بھی کوئی ہو۔ تو ہم اسے بھی بیان کریں گے۔ ہمیں یہی حکم ہے۔ کہ جس میں جو خوبی ہو۔ اسے بیان کرو۔ بیسیوں خوبیاں فرانسیسیوں اور جرمنوں میں ہیں۔ اور ہم نے ان کے بیان کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ پھر

انگریزوں میں کوئی نقص

ہو۔ تو اسے بھی ہم بیان کرنے سے نہیں ڈرتے۔ لارڈ اردن کے زمانہ میں جواب لارڈ ہیلی فیکس ہیں۔ جب مسز نیڈو کو گرفتار کیا گیا۔ تو میں نے انہیں چٹھی لکھی۔ کہ

عورت کو گرفتار کرنا

ٹھیک نہیں۔ پھر کانگرسیوں کو جن دنوں مارا جاتا تھا۔ میں نے لکھا۔ کہ یہ غلط طریق ہے اس سے ہمارے دل کو بھی چوٹ لگتی ہے۔ اس کے بجائے کوئی اور علاج ہونا چاہیئے۔ مگر انہوں نے یہ نہیں سمجھا۔ کہ یہ جو کانگرسیوں کو زدوکوب کرنے پر معترض ہیں۔ خود بھی کانگرسی ہیں۔ بلکہ میری چٹھی پر غور کیا گیا۔ اور لارڈ اردن نے مجھے لکھا۔ کہ آپ سر مونٹ مورنسی سے ملنے کے لئے

ایک وفد

بھیجیں۔ جو ان کے ساتھ مناسب تجاویز پر تبادلہ خیالات کرے۔ اور پھر وہ مجھے بھجوائیں۔ چنانچہ اس طرح

بعض تجاویز پر عمل

بھی کیا گیا۔ تو اچھی بات ہمیں جہاں بھی نظر آئے۔ ہم اس کی تعریف کریں گے اور بُری جہاں بھی ہو گی۔ اس کی مذمت کریں گے۔ بعض افسر غلطیاں کر سکتے ہیں مگر احرار نے جو رویہ اختیار کیا ہے۔ وہ بہت ہی عجیب ہے۔ وہ اتنے خُر ہو گئے ہیں۔ کہ

نیکی کی تعریف سے بھی آزاد

ہو گئے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ کہ انگریزوں کی ہر چیز بُری ہے۔ حتیٰ کہ

ملک معظم کی سلور جوبلی

بھی ان کے لئے ماتم کا موقعہ ہے۔ ظفر اللہ خاں کا تقرر بھی بُری چیز ہے۔

حالانکہ اگر وہ ہمیں مسلمانوں سے نکال بھی دیں۔ تو بھی کبھی تو ہمیں بھی یہ حق ملنا ہے خواہ ہزار سال میں ہی سہی۔ لیکن حق تو ہمارا ابھی ہے۔ پھر وہ پہلے مل گیا۔ یا بعد میں۔ انہیں اعتراض کا کونسا موقعہ ہے اول تو یہ غلط ہے۔ کہ پنجاب میں ہماری آبادی ۵۶ ہزار ہے۔ لیکن اگر اسے ہی صحیح سمجھ لیا جائے۔ اور ہندوستان کے باقی احمدیوں کو چھوڑ دیا جائے۔ تو بھی کبھی تو ۵۶ ہزار کی باری بھی آنی ہے۔ ۵۶ ہزار۔ آٹھ کروڑ کا سولہواں سواں حصہ ہی کیوں نہ سہی مگر کبھی نہ کبھی تو اس کی باری بھی ضرور آئے گی۔ اب اگر اس تقرر کو وہی باری سمجھ لیا جائے۔ تو ان کے لئے چیخنے چلانے کا کونسا موقعہ ہے۔ یہی سمجھ لیں کہ ہماری باری آگئی ہے۔ پھر جب کوئی دوسرا احمدی مقرر ہوگا۔ تو ہم کہیں گے۔ یہ دوسرا سولہواں سواں حصہ ہے۔ حکومت نے سینارٹی کو پہلے موقعہ دے دیا ہے۔ اول تو حکومت نے چودھری ظفر اللہ خان صاحب کا تقرر ان کے احمدی ہونے کی وجہ سے کیا ہی نہیں بلکہ ایک قابل شخص دیکھ کر کیا ہے۔ لیکن اگر احمدی سمجھ کر ہی کیا ہو تو

اعتراض کی کیا بات

ہے۔ کیا ۵۶ ہزار کا نمائندہ کبھی ہونا ہی نہیں چاہئے۔ بمبئی گورنمنٹ میں ایک وزیر پارسی ہے۔ حالانکہ ہماری تعداد پارسیوں سے کہیں زیادہ ہے۔ مگر ہندوؤں نے پارسی وزیر کے تقرر پر کبھی شور نہیں مچایا کہ ان کی سارے ملک میں ایک لاکھ تعداد ہے۔ اسے کیوں مقرر کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقلمند قوم ہے اور اس بات کو سمجھتی ہے۔ پھر سر جوزف بھور عیسائی تھے۔ اور

عیسائیوں کی تعداد چند لاکھ

ہے۔ اور ہندوؤں کا بھی ایک وزیر تھا۔ جن کی تعداد ۲۴ کروڑ ہے۔ مگر ہندوؤں نے اس پر کبھی شور نہیں مچایا۔ حالانکہ ہندو قوم ہندوؤں کے لئے جان دیتی ہے۔ مگر پھر بھی وہ اتنی بات سمجھتے ہیں۔ کہ

بیوقوفی کا اعتراض

نہیں کرنا چاہئے۔ اسی طرح یہ لوگ ہمیں اپنے سے علیحدہ ہی سمجھیں۔ مگر اتنی تو عقل دکھائیں۔ کہ کیا ہمارا حصہ کبھی نہیں ملے گا ہم نکلے ہوئے ہی سہی مگر مسلمانوں سے ہی نکلے ہوئے ہیں۔ اور ہمارا حصہ بھی ان میں سے ملے گا۔ ہندوؤں میں سے نکلی ہوئی قوم کو اگر ان کے حصہ میں سے حصہ ملتا ہے۔ تو مسلمانوں میں سے جو قوم نکلی ہو۔ اسے مسلمانوں کے حصہ سے ملے گا۔ غالب نے کہا ہے۔ ؎

گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں
کعبہ سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

تو جسے مسلمانوں سے تعلق ہوگا۔ اسے حصہ بھی تو ان ہی سے ملے گا۔ اور وہ انگریزوں نے احمدیوں کو دے دیا۔ انگریزوں نے تو اچھا کارکن اور قابل آدمی سمجھ کر دیا ہے لیکن اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے۔ کہ احمدی سمجھ کر دیا ہے۔ تو اس پر شور مچانے کی کوئی وجہ نہیں۔

پس ان لوگوں کی

ہر چال الٹی

ہے۔ اور انہوں نے لوگوں کو اپنے سے اس قدر متنفر کر لیا ہے۔ کہ لوگ اپنے طور پر انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ میں لاہور جاتا ہوں۔ تو بڑے بڑے لوگ دریافت کرتے ہیں۔ کہ یہ فساد کب ختم ہوگا۔ یہ تو بہت بری سپرٹ کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس طرح تو ان سے

کوئی شریف مسلمان

بھی نہیں بچ سکتا۔ میں ان کو یہی جواب دیتا ہوں۔ کہ یہ آپ ہی لوگوں میں سے ہیں۔ آپ ہی اس فتنہ کو ختم کر سکتے ہیں حق یہی ہے۔ کہ ان کی حرکات کو سب

شرفاء سخت ناپسند

کرتے ہیں۔ ہاں عوام دھوکا میں آجاتے ہیں۔ کیونکہ یہ انہیں بتاتے ہیں۔ کہ احمدی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جس سے عوام دھوکا میں آجاتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت سے کھیل رہے ہیں بجائے اس کے کہ اسے قائم کریں۔ اس پر حملے کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کوئی کھلونا نہیں۔ کہ اسے شرارت کے لئے استعمال کیا جائے۔ غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی اس رنگ میں بار بار مت لیا جائے۔ جیسے یہ لے رہے ہیں قومی اور سیاسی جھگڑوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لانا اور اس رنگ میں اسے استعمال کرنا سخت ہتک ہے۔ یہ لوگ دوسروں پر الزام دیتے ہیں۔ حالانکہ ہتک خود کر رہے ہیں۔ میں

اپنی جماعت کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ جب یہ لوگ اس قدر ٹیڑھی چال چل رہے ہیں۔ تو ان پر غصہ کیسا۔ اسلام میں تفرقہ یہ لوگ پیدا کر رہے ہیں حکومت سے لڑائی یہ کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے دنیا میں امن کے قیام کے لئے ایمپائر قائم کیا تھا۔ مگر یہ اس سے بھی بگاڑ پیدا کر رہے ہیں۔ وہ تو ہر چال الٹی چلتے ہیں۔ ان کی مثال تو وہی ہے جو قرآن کریم نے بتائی ہے کہ افمن یمشی مکبا علیٰ وجھہ ایسے لوگوں سے ہمیں

کیا شکوہ اور گلہ

ہو سکتا ہے۔ تمہیں چاہئے کہ شکوہ اور گلہ اپنے نفسوں سے کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور کرو۔ جب گالیاں سنو۔ فوراً عہد کرو۔ کہ اتنے دن تبلیغ کے لئے اور وقف کریں گے۔ اور ایسے مواقع کے لئے جو نوجوانوں کو بے قابو کر دینے والے ہوتے ہیں۔ چاہئے۔ کہ ہر محلے والے گیارہ گیارہ اشخاص کی ٹولیاں بنا دیں جن میں سے ایک افسر ہو۔ جو اس بات کا ذمہ دار سمجھا جائے۔ کہ محلہ میں آکر بھی خواہ کوئی گالیاں دے۔ وہ اپنی ٹولی کے افراد کو

معیار اخلاق

سے نہیں گرنے دے گا۔ اور سمجھاتا رہے گا۔ کہ صبر سے کام لینا چاہئے تبلیغ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ شورش بھی ہمارے لئے بابرکت ثابت ہو رہی ہے۔ میں پرسوں ہی آیا ہوں۔ واپسی پر جو ڈاک ملی اس میں دو ہندوؤں کے خطوط تھے۔ ایک تو ایک بڑے سرکاری افسر کا لڑکا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ میں اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ دوسرا بھی ایک معزز آدمی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ مجھے اسلام سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے مجھے لٹریچر بھجوایا جائے۔ تو یہ گالیاں بھی لوگوں کو ہماری طرف متوجہ کر رہی ہیں ایک شخص نے مجھے خط لکھا ہے کہ میں نے اتنی پیشگوئیاں آپ کو لکھ کر بھجوائی ہیں۔ مگر آپ نے ان کے خلاف اخبار الفضل میں کبھی کچھ نہیں کہا۔ آپ مخالفت ہی کریں مگر لکھیں تو سہی۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ آپ کا غصہ بجا ہے۔ مگر

مخالفت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے

ہی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کھڑا کر دیتا ہے۔ جن کی فطرت گندی ہوتی ہے۔ اور وہ گالیاں دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایک لطیفہ مشہور ہے کہ

کوئی بوڑھا آدمی

کسی حکیم کے پاس گیا۔ کہ مجھے فلاں بیماری ہے اس نے کہا۔ بڑھاپے کی وجہ سے۔ اس نے کہا قبض بھی ہے۔ اس نے جواب دیا بڑھاپے کے باعث ہے۔ اس نے کہا کھانسی کی بھی شکایت ہے۔ حکیم نے کہا بڑھاپے کا نتیجہ ہے بوڑھے نے کہا بھوک نہیں لگتی۔ حکیم نے کہا بڑھاپے کا اثر ہے۔ اس پر بوڑھے کو طیش آگیا۔ اور اس نے کہا میں تو اس خبیث کے پاس علاج کے لئے آیا تھا۔ مگر یہ ہر بات پر بڑھاپا بڑھاپا کرتا جاتا ہے۔ اور اسے گالیاں دینے لگ گیا۔ حکیم نے سب کچھ سن کر کہا

یہ بھی بڑھاپا ہے

صحیح بات یہی ہے کہ ان لوگوں کا اس طرح گالیاں دینا ان کی

گندی فطرت پر دلالت

کرتا ہے۔ اور تم خوش ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی قوم سے نکال لیا۔ جس کے اخلاق اس قدر گر چکے ہیں۔ اور جس کے لیڈر اس قدر گندے ہیں۔

اعلان

بعض دوستوں کی تحریک پر ٹریکٹ مسئلہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت غیر تشریعی کے اجراء کا قائل کافر ہے؟ سہ بارہ شائع کیا گیا ہے۔ جن دوستوں کو اس ٹریکٹ کی ضرورت ہو وہ [illegible] منگوا [illegible] وناظر دعوت و تبلیغ [illegible]

397

وصیت نمبر ۳۱۵۱

منکہ سید عباس ولد سید محمود شاہ بخاری قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال تاریخ بیعت جولائی ۱۹۳۱ء ساکن محلہ سیداں شہر پشاور ضلع پشاور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۸/۱۱/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میرے مرنے کے بعد جس قدر میری جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں نے اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائداد حصہ وصیت کردہ میں داخل کر دی تو وہ منہا کر لی جائے گی۔ اس وقت میری جائداد ہم چار بھائیوں میں مشترک ہے۔ جس کے چوتھے حصہ کی اس وقت میں پندرہ سو روپیہ قیمت مقرر کرتا ہوں۔ اور اس حصہ کا اکیلا میں حق دار ہوں۔ اس وقت میری آمدنی بارہ روپیہ ماہوار ہے جو مستقل نہیں۔ پس جب تک یہ آمدنی ہے۔ یا آئندہ جتنی بھی آمدنی ہوتی رہے گی تا زیست میں اس کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔

العبد:۔ سید عباس بخاری بقلم خود۔ پشاور

گواہ شد:۔ عبدالجلیل خاں ولد مولوی محمد الیاس اپیل نویس متوطن حال مقیم پشاور انجمن احمدیہ پشاور۔ گواہ شد:۔ ایچ ایم مرغوب اللہ احمدی محاسب جماعت احمدیہ پشاور

ضرورت رشتہ

ایک نہایت شریف اور مخلص دوست جو قوم کے مراثی اور لاہور کے رہنے والے ہیں۔ اپنی پندرہ سالہ لڑکی کا جو تعلیم یافتہ اور امور خانہ داری سے بخوبی واقف ہے۔ اپنی قوم کے کسی مخلص نوجوان سے رشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ خواہش مند احباب معرفت مینجر الفضل خط و کتابت کریں۔

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

لاہور۔ ۲ر مئی۔ دیہاتی اصلاح و ترقی کے لئے حکومت ہند نے ۱۲ لاکھ روپیہ حکومت پنجاب کو دیا ہے۔ ایک کمیٹی زیر سرکردگی گورنر پنجاب بنائی گئی ہے۔ تاکہ اس رقم کو موزون و مناسب موقعہ پر خرچ کرنے کے لئے تجاویز پیش کرے۔ اس کمیٹی میں مختلف سرکاری محکموں کے افسرانِ اعلےٰ کے علاوہ پنجاب کے چھ غیر سرکاری ارکان بھی شامل ہیں۔

قاہرہ یکم مئی۔ مصر کے وزیر اعظم زیوار پاشا جو گذشتہ ماہ نومبر میں تیسری بار منتخب ہوئے تھے۔ شاہی ایوانِ اعلےٰ سے مستعفی ہو گئے ہیں۔ آپ نے ایک بیان میں کہا۔ کہ چونکہ میں دربار شاہی اور حکومت میں ثالث کی حیثیت اختیار نہیں کر سکا اس لئے مستعفی ہوتا ہوں۔ ابھی تک آپ کا استعفیٰ منظور نہیں کیا گیا۔ اور کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ آپ اسے واپس لے لیں۔

لدھیانہ ۳ر مئی۔ میونسپلٹی نے گاندھی جی کا بت ٹاؤن ہال میں نصب کرنے کا ریزولیوشن پاس کیا تھا۔ جسے ڈپٹی کمشنر نے نامنظور کرتے ہوئے کمیٹی سے جواب طلب کیا ہے۔ کہ ضروری کاموں کی موجودگی میں غیر ضروری باتوں پر روپیہ خرچ کرنے کا ریزولیوشن کیوں پاس کیا گیا۔

لاہور۔ ۲ر مئی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ ریزرو بنک کے کاروبار کے سلسلہ میں سر سکندر حیات خاں غالباً جولائی میں انگلستان جائیں گے۔ اور وہاں ایک سال کے قریب ٹھہریں گے۔

جبل پور ۲ر مئی۔ گوو ند گنج وارڈ میں آگ لگ گئی۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آدھی رات کے قریب ایک موٹر ڈرائیور کے مکان سے آگ لگنی شروع ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے پٹرول کے بہت سے ٹین رکھے ہوئے تھے۔ جن میں سے ایک دفعتاً پھٹ گیا۔ اور اس سے تمام گھر کو آگ لگ گئی۔ بلدیہ کا فائر بریگیڈ پہنچ گیا۔ لیکن اس کے پہونچنے سے پہلے تمام مکان جل چکا تھا۔

ملتان ۳ر مئی۔ تین ہندو لاپتہ ہیں کرفیو آرڈر پر سختی سے عمل کیا جا رہا ہے۔ ۲۸۰ اشخاص کو نقصان پہونچایا گیا۔ دو کے سوائے باقی تمام کو انتباہ کے بعد چھوڑ دیا گیا۔ شہر میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہے۔

کراچی ۲ر مئی۔ چیف انسپکٹر مسٹر ایم سی موز نے پریس کے نمائندہ کو عندالملاقات کہا۔ کہ کراچی اور جودھپور کے طیارہ خانے اپنی مثال آپ ہیں۔ اور دُنیا کے بہترین طیارہ خانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ نیز یہ کہ ڈچ لائنز امپیریل ایرویز اور دی ایر فرانس کے تعلقات بہت دوستانہ ہیں۔

بال گھاٹ کے قریب ہندو قوم تھیہ کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں تین ہزار ہندو بین شریک ہوئے مسٹر سی کرشنن نے دورانِ تقریر میں کہا۔ کہ ہندویت نے تھیہ قوم کی پیشانی پر پستی کا داغ لگا دیا ہے۔ اور ان کے ساتھ نہایت ذلت خیز سلوک روا رکھا ہے۔ محض یہی نہیں بلکہ ہندویت نے انہیں اوہام سے لبریز عقیدے اور فضول رسمیں بھی سکھائی ہیں۔ تھیہ قوم کو چاہئے۔ کہ وہ ایسے مذہب اور ایسے دیوتاؤں کی پرستش سے ہاتھ دھو دے۔ کیونکہ آزادی اور خود داری کا تقاضا یہی ہے۔ مقرر نے کہا۔ کہ تھیوں کو چاہئے۔ کہ اپنے آپ کو ہندو دل کا ایک جز تسلیم کرنے کی بجائے حلف اٹھائیں کہ انہیں ہندو دھرم سے کوئی سروکار نہ ہوگا آخر میں کہا۔ کہ مندروں کو فیکٹریوں۔ کتب خانوں۔ ریڈنگ رُوموں وغیرہ کی شکل میں تبدیل کرنا چاہئے۔ اس کانفرنس میں متعدد قراردادیں منظور ہوئیں۔ ایک یہ تھی۔ کہ اونچی جاتیوں کے مندروں کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔

سلور جوبلی کی تقریب پر منٹو پارک لاہور میں ۷ر مئی ۴ سے ۷ بجے شام تک امام بخش اور گونگا پہلوان کی شاندار کشتی ہوگی۔ کئی اور نامی جوڑ بھی ہونگے۔

کراچی۔ ۳ر مئی۔ آج کراچی کارپوریشن کے میئر کا انتخاب عمل میں آیا۔ ۲۳ آراء کے مقابلہ میں ۳۴ آراء کی کثرت سے قاضی خدا بخش صاحب منتخب ہو گئے۔ قاضی صاحب اس سے قبل ڈپٹی میئر تھے۔

شملہ ۳ر مئی۔ سپاٹو (کوہستانِ شملہ) کے نزدیک موٹر کا ایک شدید حادثہ رونما ہوا۔ جس کی وجہ سے پانچ اشخاص ہلاک ہو گئے کہا جاتا ہے۔ کہ سپاٹو سے ایک میل کے فاصلہ پر موٹر پھسل کر غار میں گر گئی جس سے چار گورے اور ایک بہرا ہلاک اور چار اشخاص مجروح ہوئے۔ ڈرائیور کا بازو ٹوٹ گیا۔

شملہ ۲ر مئی۔ کہا جاتا ہے۔ انڈیا بل ماہ اگست تک شاہی منظوری حاصل کر لیگا بعد ازاں اس امر پر توجہ مرکوز کی جائے گی۔ کہ جدید دستور کو کیونکر نافذ العمل کیا جائے اس کے بعد انتخابی قواعد و ضوابط حلقہ ہائے انتخاب کی حد بندی اور رائے دہندگان کی فہرستوں کی تیاری میں ۶ ماہ سے زیادہ صرف نہ ہونگے۔ لیکن صوبجاتی کونسلیں ماہ مارچ ۱۹۳۶ء تک معزول نہ کی جائیں گی۔ کیونکہ انہیں اپنے اختتام سے قبل بجٹ پاس کرنا ہوگا۔ پھر مئی یا جون میں الیکشن کی امید ہے۔ حکام ان تمام امور پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے ہیں۔ کہ انتخابات ماہِ اکتوبر میں ہونگے۔ اور نئی پراونشل کونسلیں ماہِ جنوری ۱۹۳۷ء میں تشکیل پذیر ہونگی۔

نینی تال ۳ر مئی۔ گزٹ میں قانونِ امداد کاشتکاران کے ماتحت شرح سود کے متعلق دو اعلان شائع ہوئے ہیں۔ پہلے اعلان میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ ۸ مئی کے بعد شرح سود ۲½ فیصدی کے حساب سے وصول کیا جائے گا۔ قرق شدہ سامان کی فروخت پر بھی یہی قانون حاوی ہوگا۔ دوسرے اعلان کے ماتحت موصول شدہ اور موصول شدہ قرضوں پر شیڈول کی شرح کے مطابق سود وصول کیا جائے۔ شرح سود کا انحصار مرکزی حکومت کی اس شرح پر موقوف ہے۔ جس کے مطابق وہ مقامی حکومتوں کو قرض دے گی۔

شملہ ۴ر مئی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ رائے بہادر ایس۔ سی۔ بواس کو حکومتِ ہند کا نائب وزیر خارجہ وصیغہ سیاسی مقرر کیا گیا ہے۔ اور اس عہدہ پر ان کی مستقلی کے متعلق احکام بھی صادر ہو گئے ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے۔ کہ صیغہ خارجہ اور سیاسی محکمہ کی اس اسامی پر کسی ہندوستانی کو مامور کیا گیا۔

اوٹاکمنڈ ۳ر مئی یقین کیا جاتا ہے کہ ٹرکی کی سابق ملکہ عنقریب ہندوستان آئیں گی۔ اور حیدر آباد دکن میں اپنی لڑکی شہزادی درِ شہوار کی مہمان ہونگی۔

میڈرڈ ۲ر مئی۔ چونکہ پریذیڈنٹ نے کیبنٹ کو از سر نو ترتیب دینے کا اعلان کیا ہے۔ اس لئے کیبنٹ مستعفی ہو گئی ہے

اوٹاکمنڈ ۳ر مئی۔ سیاسی علقوں میں یقین کیا جاتا ہے۔ کہ مدراس کونسل کی میعاد میں یکم نومبر سے مزید ۶ ماہ کی توسیع کر دی جائے گی۔ اس سلسلہ میں عنقریب ایک اعلان ہونے والا ہے۔

سنگاپور ۲ر مئی۔ سنگاپور کے ڈیفنس کے لئے جامپور ریاست نے سلور جوبلی کے عطیہ کے طور پر پانچ لاکھ پونڈ دیا ہے یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ سلطان ریاستہائے ملایا نے ۳ ہزار مربع میل کا رقبہ قومی پارک کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ اس پارک کا نام جوبلی کی یاد میں ملک معظم کے نام پر رکھا جائیگا۔

ٹوکیو میں خودکشی کی وارداتیں اتنی کثرت سے ہوتی ہیں۔ کہ گذشتہ سال کے اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں۔ شہر میں خودکشی کی روزانہ اوسط سات سے کم نہیں۔

کارس (کاکیتیا) ۲ر مئی۔ زبردست زلزلہ کی وجہ سے پانچ سو اشخاص ہلاک اور ۱۲ سو زخمی ہوئے ہیں۔ ٹریپوزو اور بحیرہ اسود سے بھی زلزلہ کے جھٹکوں اور زبردست طوفان کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔

شملہ ۳ر مئی۔ سلور جوبلی فنڈ میں اس وقت تک پچاس لاکھ روپیہ سے زیادہ چندہ جمع ہو چکا ہے۔

کلکتہ ۲ر مئی۔ مسٹر شمس الہدیٰ سابق قیدی مقدمہ سازش میرٹھ کو جنہیں حال ہی میں کلکتہ سے جاری شدہ وارنٹ کی بناء پر گرفتار کیا گیا تھا۔ کلکتہ کے جہازی مزدوروں کی ہڑتال کے ... [illegible]

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر:۔ غلام نبی